جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلّہ

انوارِ مدینہ لاہور

بیاد

عالمِ ربّانی محدّثِ کبیر حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ

جنوری ۱۹۹۸ء

رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ

نگران

مولانا سیّد رشید میاں مدظلہٗ

مہتمم جامعہ مدنیہ، لاہور

ہادیٔ عالم

صلّی اللہ علیہ وسلّم

نئی دہلی (جی این این) ہندو مذہب کے ماننے والے اپنے جس "کالکی اوتار" (ہادیٔ عالم) کا انتظار کر رہے ہیں وہ درحقیقت حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ اقدس ہے جس کا ظہور آج سے چودہ سو سال قبل ہو چکا ہے۔ لہٰذا ہندوؤں کو اب کسی "کالکی اوتار" کے انتظار میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے اور فوراً اسلام قبول کر لینا چاہیے۔ اس امر کا انکشاف حال ہی میں چھپنے والی ایک ہندو برہمن پنڈت وید پرکاش کی کتاب میں کیا گیا ہے۔ مصنّف نے اپنی اس تحقیق کو بھارت کے آٹھ بڑے پنڈتوں کے سامنے پیش کیا جنھوں نے وید پرکاش کی اس تحقیق کو دُرست تسلیم کیا ہے۔ مصنّف نے اپنے اس دعوٰی میں ہندوؤں کی مقدس کتاب کے حوالے دیئے ہیں۔ مقدس کتاب "ویدا" میں درج ہے کہ "بھگوان کا آخری پیغمبر" (کالکی اوتار) ہوگا جو پُوری دُنیا کو رہنمائی فراہم کرے گا۔ مصنّف کہتا ہے کہ یہ بات صرف حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم پر صادق آتی ہے۔ ہندوازم کی پیشین گوئی کے مطابق کالکی اوتار ایک جزیرے میں جنم لے گا اور یہ درحقیقت عرب کا علاقہ ہے جو جزیرۃ العرب کے نام سے جانا جاتا ہے۔ "ویدا" میں "کالکی اوتار" کے باپ کا نام "وشنو بھگت" اور ماں کا نام "سومانب" تحریر ہے۔ سنسکرت میں وشنو اللہ اور بھگت غلام کیلیے استعمال ہوتا ہے اس طرح وشنو بھگت کا عربی ترجمہ عبداللہ بنتا ہے۔ "سومانب" سنسکرت میں امن و آتشی کو کہتے ہیں، اور عربی میں اس کا مترادف لفظ آمنہ ہے، عبداللہ اور آمنہ حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے والد اور والدہ ماجدہ کے نام ہیں۔" کالکی اوتار" کے بارے میں مزید کہا گیا ہے کہ بھگوان اپنے خاص پیغام رساں کے ذریعے انھیں ایک غار میں علم سکھائیں گے اور یہ بات بھی صرف حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ پر ہی صادق آتی ہے۔ ہندوؤں کی مقدس کتابوں میں تحریر ہے کہ بھگوان "کالکی اوتار" کو ایک تیز گھوڑا دیں گے جس کی مدد سے وہ اس دُنیا کے گرد اور ساتوں آسمانوں کی سیر کریں گے۔ حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی براق کی سواری اور واقعہ معراج اسی جانب اشارہ کرتا ہے۔

(روزنامہ جنگ ۹ دسمبر ۱۹۹۷ء بروز منگل صفحہ ۲۰ کالم نمبر ۱)

ماہنامہ

انوار مدینہ

جلد : ٦   رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ ۔ جنوری ۱۹۹۸ء   شمارہ : ۴

مدیر

سیّد محمود میاں

مدرس و نائب مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۲ روپے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سالانہ ۱۳۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، دبئی ؍؍ ۵۰ ریال

بھارت، بنگلہ دیش ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ؍؍ ۱۰ امریکی ڈالر

امریکہ افریقہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ؍؍ ۱۶ ڈالر

برطانیہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ؍؍ ۲۰ ڈالر

اس دائرہ میں سُرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ مارچ 95 سے آپ کی مدتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ 350 ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کیلئے دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

کوڈ ۵۴۰۰۰   فون ۷۷۲۴۲۷۳-۲۰۱۰۸۶

فیکس نمبر ۷۷۲۶۷۰۲ - ۴۲ - ۹۲

سیّد رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

اِس شمارے میں

حرفِ آغاز ———— ۳
درسِ حدیث — حضرت مولانا سیّد حامد میاںؒ — ۶
فضائل سورۂ اخلاص — مولانا عبد الحفیظ صاحب — ۱۱
روزہ احکام اور مسائل — حضرت مولانا سیّد محمدؔ میاںؒ — ۱۷
والدین کے لیے لمحۂ فکریہ — مولانا محمدؔ زکریا صاحب — ۳۰
حکیم محمد سعید حسن دہلویؒ — ۴۴
حضرت مدنیؒ۔ اور مولانا سندھیؒ — مولانا سیّد محمود میاں صاحب — ۴۶
حاصل مطالعہ — مولانا نعیم الدّین صاحب — ۵۹
اخبار الجامعہ — محمد عابد — ۶۴

رابطہ: دفتر کراچی

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہٗ، خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی

انڈیا میں رابطے کے لیے

حضرت مولانا سیّد رشید الدّین صاحب حمیدی مدظلہٗ العالی، مہتمم مدرسہ شاہی مراد آباد یو۔پی۔انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد.

۲۳ دسمبر کے قومی روزناموں میں جلی سُرخی سے یہ خبر شائع ہُوئی کہ وزیرِ اعظم پاکستان جناب نواز شریف صاحب نے ۲۲ دسمبر کو ملکی تاریخ میں پہلی بار کرسمس کے استقبال کے طور پر عیسائیوں کے اعزاز میں عشائیہ دیا۔ اس میں خطاب کرتے ہوئے اُنھوں نے کہا "پاکستان پر عیسائیوں کا مُسلمانوں جتنا حق ہے قائدِ اعظمؒ مسلمانوں ہی کے نہیں عیسائیوں کے بھی قائد تھے مسیحی بھائیوں کے تمام مسائل ان کے منتخب نمائندوں کے ذریعہ حل کیے جائیں گے. مسلم لیگ کے دروازے غیر مسلموں کے لیے بھی کھول دیے گئے ہیں. مذہبی نفرت پھیلانے کی سازش ناکام بنا دی گئی ہے. مَیں اللہ تعالیٰ کا شکرگزار ہوں کہ اسی نے مجھے منفرد قسم کے اجتماع میں شرکت کی توفیق دی"

اب تک عام طور پر یہی کہا جاتا رہا ہے کہ مملکتِ خداداد پاکستان اسلام کے نام پہ لاکھوں مسلمانوں کے خُون کی قربانی کا نتیجہ ہے اور یہ نعرہ بھی لگایا جاتا رہا ہے اور اب بھی لگایا جاتا ہے کہ "پاکستان کا مطلب کیا لاالٰہ الا اللہ محمدٌ رسول اللہ"

مگر وزیرِ اعظم نواز شریف صاحب کے بیان سے یہ بات ظاہر ہو رہی ہے کہ پاکستان ایک لادینی (سیکولر) مملکت ہے یہاں ہر مذہب کی اتنی ہی قدر و قیمت ہے جتنی اسلام کی ہے. یہودیت، عیسائیت، دہریّت، بدھ مت، سکھ مذہب، حتّٰی کہ بُت پرست ہندو مذہب اور مرزائیت بھی اس ملک کی مستقل مذہبی اکائیاں ہیں کیونکہ جب پاکستان پہ بقول وزیرِ اعظم عیسائیوں کا اتنا

ہی حق ہے جتنا کہ مُسلمانوں کا ہے تو دیگر مذاہب کو بھی خود بخود یہی حق حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ اسلام کے سوا دیگر تمام مذاہب باطل اور بے حقیقت ہیں اس لیے اسلام سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے اور ان کو ایک ہی درجہ دیتا ہے حدیث شریف میں آتا ہے " اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ " تمام کُفریہ مذاہب ایک ملّت ہیں اور اسلام ان سب کے مقابل بے داغ روشن ملّت ہے۔ کوئی بھی مذہب اسلام سے بَرتر تو کیا اس کی ہمسری بھی نہیں کر سکتا۔

اگر وزیرِاعظم کے بیان کو دُرست مان لیا جائے تو پاکستان کا صدر و زیرِاعظم، سالارِ اعظم، چیف جسٹس عیسائی اور دیگر مذاہب کے لوگ بھی بن سکتے ہیں حتّٰی کہ سکھ ہندو اور مرزائی بھی ان عہدوں کے اسی طرح حق دار قرار پاتے ہیں جس طرح ایک مسلمان، امریکہ، برطانیہ، فرانس، رُوس، چین، جاپان، آسٹریلیا اور دیگر کافر ممالک میں مُسلمانوں کو اس طرح کے مساوی حقوق حاصل نہیں ہیں بلکہ دُنیا بھر میں یہ ممالک مُسلمانوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھے ہوئے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ اس سب کے باوجود اس نوعیّت کا بیان نہایت درجہ قابلِ افسوس ذلّت آمیز اور مُسلمان ملک کے سربراہ کا مذہبی تعلیم سے اتنا ناواقف ہونا اور اپنے ہی مذہب کو حقیر جاننا قابلِ ملامت ہے حق بات یہ ہے کہ وزیرِاعظم نے پاکستان میں اسلام اور مُسلمانوں کی برتری کی واشگاف الفاظ میں نفی کرتے ہوئے مُسلمانوں اور اسلام دونوں کی توہین کی ہے اگر اُنھوں نے یہ بیان سنجیدگی اور پُوری ہوش مندی سے دیا ہے تو یہ صریح کُفر ہے جس کے نتیجہ میں انسان دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے لہٰذا وزیرِاعظم کو چاہیے کہ وہ تائب ہو کر کلمہ پڑھیں۔ فوری طور پر اپنے بیان پر اعلانیہ رجوع کریں۔ اور مسلمانوں کی دل شکنی پر ان سے معذرت کریں۔ کسی مسلم ملک میں کافر کا کسی درجہ میں بھی کوئی حق نہیں ہوتا۔ مُسلمان کے برابر حق ہونا تو دُور کی بات ہے مُسلمان تو اپنے ایمان اور اسلام کی بدولت دُنیا و آخرت میں عزّت و اکرام سے نوازا جاتا ہے جبکہ کافر اللہ اور اُس کے رسول کا باغی ہوتا ہے جو ہر جرم سے بڑھ کر جرم ہے لہٰذا وہ کسی عزّت و اکرام کا مستحق نہیں ہوتا بلکہ دُنیا و آخرت میں اس کے لیے ذلّت اور رسوائی کے سوا کچھ نہیں بحیثیّت انسان کے زندہ رہنے کے اپنے حق کو کُفر کی وجہ سے اُس نے خود ہی تلف اور برباد کر دیا اس لیے کسی مسلم ملک میں زندگی گزارنے کے لیے اس کو "جزیہ" دینا ضروری ہوتا ہے جس کے بدلہ اس کو فقط جان و مال کا تحفّظ دیا جاتا ہے اپنے

دین کی تبلیغ باعزّت مسلمانوں اور عُلماء کی وضع اختیار کرنے، مسلح رہنے اپنے عبادت خانے تعمیر کرنے کی کُفّار کو ہرگز اجازت نہیں دی جاتی۔ کتب فقہ میں یہ تمام چیزیں تفصیل کے ساتھ ذکر کی گئی ہیں۔

وزیرِاعظم کا یہ بیان پاکستان کے لیے خُون کی قربانیاں دینے والے لاکھوں مُسلمانوں سے مذاق کے مترادف ہے اس لیے کہ اس ملک پر جب کافروں کا حق بھی اتنا ہی ہُوا جتنا کہ قربانیاں دینے والوں کا تو ہندو بھی اس حق میں اُن کے برابر کے شریک ہوئے اور اگر ہندو کو شریک کرنا ہی تھا تو پاکستان بنانے کی کیا ضرورت تھی . . . . !

آخر میں ایک بار پھر وزیرِاعظم سے ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ وہ فوری طور پر اپنے بیان سے رجوع کریں اور اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار بھی کریں۔

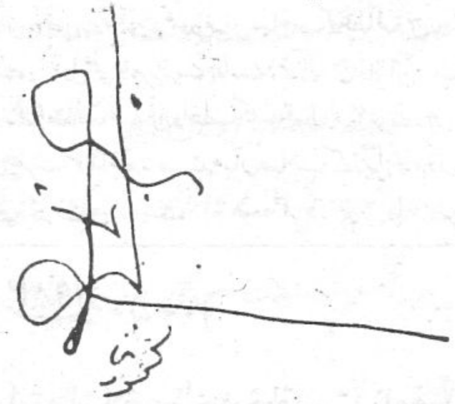

مولای صل وسلم دائما ابدا　　علی حبیبک خیر الخلق کلهم

درسِ حدیث

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ کے زیرِ اہتمام ہر اتوار کو نمازِ مغرب کے بعد جامعہ مدنیہ میں "مجلسِ ذکر" منعقد ہوتی تھی۔ ذکر سے فارغ ہو کر حضرت رحمہ اللہ حدیث شریف کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ ذکر و بیان کی یہ مُبارک اور رُوح پرور محفل کس قدر جاذب و پُرکشش ہوتی تھی الفاظ اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

محترم الحاج محمود احمد عارف رحمہ اللہ کی خواہش و فرمائش پر عزیز بھائی شاہد صاحب سلمہٗ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے بہت سے دروس ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کر لیے تھے اور پھر دروس والی تمام کیسٹیں اُنھوں نے مولانا سیّد محمود میاں صاحب کو عطا کر دیں۔

ہماری دُعا ہے کہ جن کی مہربانی، توجّہ اور سعی سے یہ انمول علمی جواہر ریزے ہمارے ہاتھ لگے، حق تعالیٰ اُن سب کو بیش از بیش اَجر سے نوازے۔ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ یہ قیمتی لؤلؤ لالہ "انوارِ مدینہ" کے ذریعہ حضرت رحمہ اللہ کے مریدین و احباب تک قسط وار پہنچاتے رہیں گے۔

واضح رہے کہ حضرت کے خلفِ اکبر اور جانشین حضرت مولانا سیّد رشید میاں صاحب کے زیرِ اہتمام ذکر و درس کا یہ سلسلہ بفضلہ تعالیٰ اَب بھی جاری ہے۔

هنوز آں ابرِ رحمت در فشاں است　　خم و خمخانہ با مهر و نشان است

کیسٹ نمبر ۲۱ سائیڈ اے ۱۹۸۳ء - ۵ - ۲۰

الحمد للہ رب العٰلمین والصّلوٰة والسّلام علیٰ خیر خلقه سیّدنا و مولانا محمّد وّ آله واصحابه اجمعین

امابعد! عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔[1]

"حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: (دُنیا و آخرت میں قرابت و مرتبہ میں اور دینی مددگار ہونے کے اعتبار سے) تم میرے لیے ایسے ہی ہو جیسے حضرت موسیٰؑ کے لیے حضرت ہارونؑ تھے بس فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دَور اور اُن کے مناقب کی بات تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُن سے فرمایا ہے "اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی" مجھ سے ایسا ہی رشتہ یا تعلق رکھتے ہو جیسے ہارون

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۳

علیہ السّلام اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا تھا، تو تم مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہو موسیٰ علیہ السلام سے اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلّق فضیلت کی روایتیں بہت زیادہ ہیں اور سندیں بھی اُن کی عُمدہ ہیں جیّد سند کی ہیں، اتنی بڑی تعداد میں فضیلت کی حدیثیں کسی اور صحابی کے متعلّق نہیں ہیں جتنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلّق ہیں۔

امام احمدؒ اور نسائی اور اِن کے علاوہ اور حضرات یہ بات فرماتے ہیں۔ وجہ اُس کی یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اُن کے دَور میں مخالفت بہت ہوئی ہے۔ اتنی مخالفت کسی کی پہلے نہیں ہُوئی تھی کبھی تو چونکہ اُن کی مخالفت بہت کی گئی اس بناء پر اُن کے بارے میں جس صحابی کو جو معلوم تھا وہ اُس نے بتلایا، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلّق فضائل بہت سارے جمع ہوگئے۔ اُن میں ایک حدیث یہ بھی ہے کہ تم میرے سے ایسے ہو ——— جیسے حضرت ہارون علیہ السّلام حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے نسبت رکھتے تھے ایسے تم ہو، لیکن میرے بعد نبی کوئی آنے والا نہیں ہے۔ نبی تم نہیں ہو، بہت بڑی فضیلت کی بات ہے، بُخاری شریف میں بھی ہے۔ مُسلم شریف میں بھی ہے یہ روایت، تو ان فضیلت کی چیزوں کی نشر واشاعت کی وجہ مخالفت ہے۔

مَیں ذکر یہ کر رہا تھا کہ اُن کا دَورِ خلافت جب شروع ہوتا ہے تو اُن سے باغیوں نے اصرار کیا کہ آپ بیعت لیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منع فرما دیا کہ نہیں یہ نہیں ہوگا۔ مَیں بیعت نہیں لوں گا اور یہ حق تمہارا نہیں ہے کہ تم کسی کو خلیفہ چُنو اور پھر اور مدینہ شریف کے جو لوگ تھے انھوں نے بھی کہا، لیکن آپ نے فرمایا کہ نہیں یہ حق جو ہے یہ اہلِ بدر کا ہے صحابہ کرام کے درجات جو ہیں وہ کئی شمار کیے جاتے ہیں۔ سب سے افضل صحابہ میں تو وہی ہیں جو عشرہ مبشّرہ ہیں دس جنتی حضرات، اور پھر اہلِ بدر ہیں اور پھر اہلِ بیعتِ رضوان ہیں۔ حدیبیہ کے موقع پر جنھوں نے بیعت کی تھی جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کہ ہم جمے رہیں گے ثابت قدم رہیں گے چاہے مارے جائیں، تو اُس پر آیت اُتری تھی۔ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ اللہ تعالیٰ نے اُن مومنین کو اپنی رضا سے نوازا دیا ہے جب وہ لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے درخت کے نیچے، درخت کے نیچے بیعت ہو رہے تھے اُس وقت خُداوندِ کریم کی رحمتِ کاملہ اُن کی طرف متوجہ تھی۔ لہٰذا وہ

سارے کے سارے (اُونچے درجے والے ہیں) اسی طرح حدیث میں آتا بھی ہے کہ یہ بیعتِ رضوان والوں میں سے کوئی بھی جہنّم میں نہیں جائے گا تو یہ بہت بڑی فضیلت ہے بہت بڑی فضیلت ہے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا "اَنْتُمُ الْیَوْمَ خَیْرُ اَھْلِ الْاَرْضِ" آج تم دُنیا کے سب سے بہترین لوگ ہو (اَوْ کَمَا قَالَ علیہ السلام) اُن کی فضیلت کے یہ کلمات بخاری شریف میں آتے ہیں تو سب سے اوّل نمبر جو آتا ہے فضیلتوں میں وہ تو ہے عشرہ مبشرہ کا دوسرا نمبر جو آتا ہے وہ اہلِ بدر کا ہے۔ وہ تین سو تیرہ حضرات ہیں۔ پھر اُن کے بعد اہلِ حدیبیہ ہیں اصحابِ بیعتِ رضوان اُن کا نمبر آتا ہے۔ اُن میں منافق بھی تھے۔ اُنھوں نے بیعت نہیں کی تھی۔ بھاگ گئے چھپ کر کھڑے ہو گئے اُونٹ کے پیچھے کوئی کجاوے کے پیچھے کوئی کہیں۔ کوئی کہیں اس طرح سے چند ایک ایسے نام بھی ان میں آتے ہیں، لیکن جن لوگوں نے بیعت کی اُن کا درجہ بہت بڑا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو یہ تدبیر کی تھی اپنی شہادت کے وقت کہ جو حضرات عشرہ مبشرہ میں سے زندہ ہیں اُن میں سے کسی کو بنا لینا جس کو چاہے بنا لینا، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بڑے صحابی ہیں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ماموں ہوتے ہیں رشتے میں اور فاتح ہیں قادسیہ کے، ایران کے بھی فاتح ہیں اُن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا گورنر بنا دیا۔ کوفہ والوں نے اُن پر نکتہ چینی کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تحقیق کی معلوم ہُوا کہ نکتہ چینی غلط قسم کی ہے بے وجہ بے اُصول تو اُن کو بحال چھوڑ دینا چاہیے تھا وہاں پر، لیکن بحال بھی نہیں چھوڑا بُلا لیا اپنے پاس اپنے پاس بُلانے کی وجہ یہ تھی کہ یہ صحابی ہیں جلیل القدر ہیں لوگ اِس طرح کی باتیں کریں گے تو اِن کا درجہ لوگوں کی نظر میں کم ہوگا اس واسطے اُن کو وہاں سے بُلا لیا، شہادت کے وقت فرمایا تھا کہ اِنْ اَصَابَتِ الْاِمْرَۃُ سَعْدًا فَذَاکَ اگر امارت سعد کو پہنچے تو وہ اہل ہیں اِس کے، وَاِلَّا فَلْیَسْتَعِنْ بِہٖ اَیُّکُمْ مَا اُمِّرَ ورنہ تم میں سے جو بھی امیر بنے اُن سے مدد لیتا رہے مشورہ لیتا رہے۔ فَاِنِّیْ لَمْ اَعْزِلْہُ عَنْ عَجْزٍ وَّلَا خِیَانَۃٍ، یہ مت سمجھنا کہ مَیں نے اُنھیں کوفہ سے معزول کیا تھا تو اب وہ امیر ہونے کے قابل نہیں رہے مَیں نے کسی عاجزی یا کسی خیانت کی وجہ سے نہیں معزول کیا تھا اُنھیں بلکہ وجہ اور تھی معزول کرنے کی، اُس سے کوئی کمی نہیں آئی اُن کے درجے میں، وہ اُسی طرح سے ہیں اب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جو دَور آیا ہے تو یہ حضرات اور بھی کم ہو گئے کیونکہ اِن میں

سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کم ہو گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کم ہو گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ کم ہو گئے۔ اب کیا کریں وہ ؟ اب اُنھوں نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہ میں اُس وقت تک بیعت نہیں لوں گا جب تک کہ اہلِ بدر نہ آئیں، اگر اہلِ بدر آگئے اور اُنھوں نے مجھ سے فرمائش کی اُن کا اتّفاق ہوا تو میں بیعت لوں گا خلافت کی، ورنہ میں بیعت نہیں لیتا، تو اَب اہل بدر جتنے بھی تھے حیات اور موجود مدینہ منوّرہ میں وہ سب آئے کچھ حضرات موجود بھی نہیں تھے اور رہ بھی گئے تھے کم کیونکہ ۳۲ھ میں شمار کیا صحابہ کرام نے اہلِ بدر کو ایک ضرورت پیش آگئی تھی وہ ضرورت یہ تھی کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ہر صحابی کو جو بدری ہو اُس کے لیے اُنھوں نے دینار کی وصیّت کی تھی کہ اتنے اتنے دینار میرے مال میں سے ہر بدری صحابی کو دے دینا، تو اُنھوں نے شمار کیا جب شمار کیا تو وہ سو تھے عثمان رضی اللہ عنہ سمیت، امیرالمومنین سمیت، حضرت عثمان رضؓ کو بھی وہ حصّہ ملا ہے اور سب کو ملا ہے جو جو تھے حیات یہ ۳۲ھ کی بات ہے ۳۲ھ سے لے کر ۳۵ھ تک تین سال اور گزرے۔ ان میں اور بھی صحابہ کرام دُنیا سے رُخصت ہو گئے تو کوئی اَسّی کے قریب حضرات اس وقت حیات تھے۔ اُن میں سے جو حضرات مدینہ شریف میں تھے وہ حضرات حاضر ہوئے جب وہ آئے تو پھر آپ نے بیعت لی ہے اس طریقے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوئی ہے اُس کے بعد پھر بیعت جو عام ہوتی ہے وہ مسجد میں جاکر ہوئی ہے جیسے ووٹنگ کا سلسلہ ہے۔ عام پہلے رائے ہوگئی کچھ خاص لوگوں کی اُس کے بعد عام رائے ہو جائے تو یہ ووٹ جو ہے اُس کا بدل ہے تعداد بھی بڑھ گئی طریقے میں بھی کچھ فرق کر دیا۔ ورنہ یہ تھا کہ گویا پہلے رائے لے لی جاتی تھی خاص لوگوں کی اُس کے بعد عام بیعت ہُوا کرتی تھی تو بیعتِ عامہ جو ہوئی ہے وہ بعد میں ہوئی ہے اور بیعت عامہ میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیعت سب سے پہلے کی ہے اور اُس پر کچھ بُرے لوگ جو تھے شریر قسم کے اُنھوں نے کہا بھی کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیعت کی ہے اور اُن کا ہاتھ جو ہے وہ شَل ہاتھ ہے بے کار ہاتھ ہوا ہوا ہے اس بے کار ہاتھ سے بیعت کی ہے اب خلافت بھی ایسے ہی چلے گی بے کار یہ جملہ بڑا توہین کا جملہ ہے کیونکہ اُن کا ہاتھ جو بے کار ہُوا تھا وہ اُحد کے دن بے کار ہُوا تھا جس وقت جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے چوٹیں آئی ہیں تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے یہ کیا کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اُٹھا کر پہاڑی پہ لے گئے پہاڑی پر ایک چشمہ بھی تھا اور پہاڑی پر جانے

میں فائدہ ہے نیچے سے کوئی چڑھے گا تو اُوپر سے پتّھر ہی ماردے آدمی تو بھی وہ نیچے والا زخمی ہوجاتا ہے چڑھنے کی ہمّت نہیں کرسکتا، پہاڑی پر وہ لے جارہے ہیں توجب دیکھا کافروں نے کہ وہ لے جارہے ہیں تو اُنھوں نے تیر مارے ان کے پاس ڈھال نہیں تھی۔ اتّفاق سے رہ گئی ہوگی کہیں، پریشانی کا عالم تھا تو اُنھوں نے یہ کیا کہ اپنا ہاتھ کر دیا کہ تیر نہ لگنے پائے حضورؐ کو تو ایک تیر لگا ہاتھ پر روک لیا۔ پھر اور آیا تیر دوسرا بھی روک لیا تیسرا بھی روک لیا اس طرح سے جب وہ ہاتھ پر روکتے رہے تو ہاتھ کا جو گوشت تھا وہ اُکھڑ گیا اب ہاتھ میں ہڈیاں رہ گئیں۔ دوبارہ گوشت آنا اور ہڈیوں کا بھر جانا گوشت سے پُوری طرح یہ بہت مشکل کام ہے جو کام کیا اُنھوں نے وہ بھی سوائے اس کے کہ اللہ کی توفیق تھی ورنہ تو ایک دفعہ چوٹ لگ جائے تو دوبارہ آدمی ہاتھ نہیں بڑھا سکتا مگر یہ جذبہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے چوٹ نہ آنے پائے۔ اس جذبہ میں آکر وہ اس طرح سے برابر بچاؤ کرتے رہے اور بچاؤ ہوتا بھی رہا۔ حتّٰی کہ اُوپر چڑھ گئے محفوظ جگہ پہنچ گئے تو یہ بہت بڑا کام تھا جو جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں اُنھوں نے کیا انجام دیا وَقٰی بِھَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وَسَلَّمَ ان لوگوں نے کہا کہ یہ ہاتھ تو شل ہے اس طرح ہے یہ ہے وہ ہے تو اس ہاتھ سے کیا کام چلے گا کیسے ہوگا اس ہاتھ سے جب بیعت ہوگی وہ بیعت بھی تو ایسی ہوگی حالانکہ ایسا ہاتھ جو جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں زخمی ہوا ہو ناکارہ ہوا ہو کام میں آیا ہے وہ ناکارہ نہیں ہوا اور وہ ہاتھ ناکارہ نہیں ہے بلکہ بہت مُبارک ہے اور بہت بڑا ہے بہت مسعود ہے، بڑی سعادتوں والا ہے تو ان لوگوں میں جو جمع ہوگئے تھے۔ جنھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر بھی افسوس نہیں کیا وہ اگر اس طرح کی بکواس کر بھی دیں تو کون سی بڑی بات تھی۔ بہر حال حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیعت پر جو رضامندی ظاہر فرمائی ہے تو وہ اس وقت کہ جب اہلِ بدر آئیں، اہلِ بدر آئیں گے تو پھر میں بیعت لوں گا اہلِ بدر آئے پہلے اہلِ بدر بیعت ہُوئے تو گویا اُنھوں نے (حضرت علیؓ نے) انتخاب کا دائرہ وسیع کر دیا۔ پہلے تو وہ لوگ انتخاب کرتے تھے جو عشرہ مُبشرہ میں سے تھے۔ اب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا دائرہ وسیع کر دیا کہ اہلِ بدر جتنے حیات ہیں وہ انتخاب کریں اس سے ایک خاص بات اور بھی معلوم ہوتی ہے کہ جو لوگ انقلاب لانے والوں میں روحِ رواں ہوں اُن کا درجہ مقدم ہوتا ہے۔ درجہ بدرجہ وہ آنے چاہییں حکومت پر اور چونکہ اُنھوں نے قربانی دی ہوتی ہے اس لیے حکومت بھی صحیح چلتی ہے۔

بقیہ بر صـ ۵۸

مولانا عبد الحفیظ صاحب
فاضل جامعہ مدنیہ لاہور

(قسط: ۴ آخری)

فضائل سورۂ اخلاص

حدیث نمبر ۳۰

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم مَنْ قَرَأَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ اَلْفَ مَرَّةٍ اَعْطَاهُ مَا سَأَلَ[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے یوم عرفہ کی شام ایک ہزار بار قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر دُعا قبول فرمائیں گے۔

حدیث نمبر ۳۱

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم مَنْ قَرَأَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ مَرَّةً بُوْرِكَ عَلَيْهِ، وَمَنْ قَرَأَهَا مَرَّتَيْنِ بُوْرِكَ عَلَيْهِ وَعَلٰى أَهْلِهِ، فَاِنْ قَرَأَهَا ثَلَاثًا بُوْرِكَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اَهْلِهِ وَ جِيْرَانِهِ فَاِنْ قَرَأَهَا اِثْنَتَيْ عَشْرَةَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جس کسی نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ایک بار پڑھی تو اس پر برکت نازل ہوگی، اور جس کسی نے اسے دو مرتبہ پڑھا تو اس پر اور اس کے اہل وعیال پر برکت نازل ہو گی اور اگر کسی نے اسے تین بار پڑھا تو اس پر اس کے اہل وعیال پر اور اس کے پڑوسیوں

[1] جمع الجوامع للسیوطیؒ ۸۲۲/۱ -

مَرَّةً بَنَى اللّٰهُ لَهٗ قَصْرًا فِي الْجَنَّةِ وَ تَقُوْلُ الْحَفَظَةُ : اِنْطَلِقُوْا بِنَا نَنْظُرُ اِلٰى قَصْرِ اَخِيْنَا فَاِنْ قَرَأَهَا مِائَةَ مَرَّةٍ كَفَّرَ اللّٰهُ عَنْهُ ذُنُوْبَ خَمْسٍ وَعِشْرِيْنَ سَنَةٍ مَاخَلَا الدِّمَاءَ وَالْاَمْوَالَ وَ اِنْ قَرَأَهَا ثَلٰثَمِائَةِ مَرَّةٍ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ اَجْرَ اَرْبَعِمِائَةِ شَهِيْدٍ كُلٌّ قَدْ عُقِرَ جَوَادُهٗ وَاُرِيْقَ دَمُهٗ وَ اِنْ قَرَأَهَا اَلْفَ مَرَّةٍ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يَرٰى مَكَانَهٗ فِي الْجَنَّةِ اَوْ يُرٰى لَهٗ[1] (رواه ابن عساكر في تاريخه ورواه الحافظ ابومحمد الحسن بن احمد السمرقندى فى فضائل (قل هوالله احد) بنحوه والله اعلم

پر بھی برکت نازل ہوگی اور اگر بارہ مرتبہ پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنّت میں محل بناتے ہیں اور فرشتے آپس میں کہتے ہیں چلو اپنے بھائی کا محل چل کر دیکھیں اور اگر کسی نے سو مرتبہ اسے پڑھا تو اس کے پچیس سال کے گناہ علاوہ قتل اور چوری کے معاف کر دیے جائیں گے اور اگر تین سو مرتبہ پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایسے چار سو شہیدوں کا ثواب لکھیں گے جن کے گھوڑوں کی ٹانگیں کاٹ دی گئیں اور انھیں ہلاک کر دیا گیا ہو اور اگر ہزار مرتبہ پڑھا تو اسے اس وقت تک موت نہیں آئے گی جب تک اپنا مکان جنّت میں نہ دیکھ لے یا اسے دکھا نہ دیا جائے۔

گھر میں داخل ہوتے وقت پڑھنے کی فضیلت

حدیث نمبر ۳۲

عن جرير بن عبد الله البجلى رضى الله عنه قال قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم "مَنْ قَرَأَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ حِيْنَ يَدْخُلُ مَنْزِلَهٗ

حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جس کسی نے گھر میں داخل ہونے کے وقت قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

[1] جمع الجوامع ۱/۸۲۱ - تفسیر قرطبی ۸/۴۰۳۸

لُفِتَ الْفَقْرُ عَنْ اَهْلِ ذٰلِكَ الْمَنْزِلِ وَالْجِيْرَانِ [1]

کو پڑھا تو اس گھر اور پڑوس والوں سے فقر کو دُور کر دیا جائے گا

مرض الوفات میں پڑھنے کی فضیلت

حدیث نمبر ۳۳

عن عبداللّٰه الشخير رضى الله عنه قال قال رسول الله صلّى اللّٰهُ عليه وسلّم مَنْ قَرَأَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ فِىْ مَرَضِهِ الَّذِىْ يَمُوْتُ فِيْهِ لَمْ يُسْأَلْ فِىْ قَبْرِهٖ وَ اَمِنَ ضَغْطَةَ الْقَبْرِ وَ حَمَلَتْهُ الْمَلاَئِكَةُ بِاَكُفِّهَا حَتّٰى يُجِيْزُوْهُ عَلَى الصِّرَاطِ [2]

عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے اپنے مرض الوفات میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو پڑھا تو اس سے قبر میں سوال نہیں کیا جائے گا اور قبر کے بھینچنے (دبانے) سے بھی محفوظ رہے گا اور فرشتے اسے اپنے کندھوں پر اُٹھا کر پل صراط عبور کرادیں گے۔

حدیث نمبر ۳۴

عن انس بن مالك رضى الله عنه قَالَ نَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ الصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ عَلَى النَّبِىِّ صَلَّى الله عليه وسلّم فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ مَاتَ مُعَاوِيَةُ ابْنُ مُعَاوِيَةَ الْمُزَنِىُّ اَفَتُحِبُّ اَنْ تُصَلِّىَ عَلَيْهِ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَضَرَبَ بِجَنَاحِيْهِ فَلاَ شَجَرَةٌ وَلاَ اَكَمَةٌ اِلاَّ تَضَعْضَعَتْ،

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبریل علیہ السّلام نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آئے اور کہا: یا محمّد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) معاویہ بن معاویہ المزنی فوت ہو گئے ہیں آپ اُن پر نماز جنازہ پڑھنا پسند کریں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں، حضرت جبریل علیہ السّلام نے اپنے دونوں پر

---

[1] معجم کبیر طبرانی: ۲/۳۴۰ [2] حلیۃ لابی نعیم ۲/۲۱۳ - مجمع الزوائد ۷/۱۴۵

وَ رُفِعَ سَرِيْرُهٗ حَتّٰى نَظَرَ اِلَيْهِ وَصَلّٰى عَلَيْهِ وَ خَلْفَهٗ صَفَّانِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ كُلُّ صَفٍّ سَبْعُوْنَ اَلْفًا فَقَالَ عليه الصّلاةُ وَالسَّلَامُ بِمَ نَالَ هٰذِهِ الْمَنْزِلَةَ قَالَ بِحُبِّهٖ قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ وَ قِرَاءَتِهٖ اِيَّاهَا ذَاهِبًا وَ جَائِيًا وَ قَائِمًا وَ قَاعِدًا وَ عَلٰى كُلِّ حَالٍ [1]

مارے تو تمام درخت اور تمام ٹیلے نظروں کے سامنے سے ہٹ گئے اور جنازہ کی چارپائی سامنے لائی گئی حتّٰی کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اسے دیکھا اور اس پر نماز جنازہ پڑھی اور آپ کے پیچھے فرشتوں کی دو صفیں تھیں ہر صف میں ستّر ہزار فرشتے تھے۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جبرئیل سے پوچھا کہ معاویہ نے یہ مقام کیسے پایا تو اُنھوں نے جواب دیا قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ سے محبّت کی وجہ سے اور آتے جاتے اُٹھتے بیٹھتے اور ہر حال میں اس کے پڑھنے کی وجہ سے۔

حدیث نمبر ۳۵

عن عائشة رضی الله عنها ان النّبی صلّی الله علیه وسلّم اَمَّرَ رَجُلًا علٰی سَرِيَّةٍ وَ كَانَ يَقْرَأُ فِيْ صَلَاتِهٖ لِاَصْحَابِهٖ فَيَخْتِمُ بِهٖ قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى الله علیه وَسَلَّمَ فَقَالَ اسْئَلُوْهُ لِاَيِّ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک شخص کو ایک فوجی دستہ پر امیر مقرّر کیا یہ جب اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتے تو قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ پر نماز کو ختم کرتے اُن لوگوں نے اس کا نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ذکر کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا ان سے پُوچھو یہ ایسا کیوں کرتے تھے۔ اُنھوں نے

---

[1] مسند ابی یعلی - ۴۲۶۷ - شعب الایمان للبیہقی ۲۳۲۰ - ۲۳۲۱ : استیعاب علی ھامش الاصابۃ جلد نمبر ۳ حدیث نمبر ۴۳۶

شَیْءٍ یَصْنَعُ ذٰلِكَ ؟ قَالَ لِاَنَّھَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَقْرَأَھَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلّم اَخْبِرُوْہُ اَنَّ اللّٰہَ یُحِبُّہٗ ؂۱

جواب دیا اس لیے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کی گئی ہیں۔ لہٰذا میں اس کے پڑھنے کو پسند کرتا ہوں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے بتلا دو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبّت کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۶

عن انس رضی اللّٰہ عنہ اِنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنَا اُحِبُّ ھٰذِہِ السُّوْرَةَ قُلْ ھُوَ اللّٰہ اَحَدٌ قَالَ اِنَّ حُبَّكَ اِیَّاھَا یُدْخِلُكَ الْجَنَّةَ ؂۲ رواہ البخاری

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اس سورۃ یعنی قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ سے محبّت کرتا ہوں آپ نے فرمایا: اس کی محبّت تجھے جنّت میں داخل کر دے گی۔

حدیث نمبر ۳۷

عن رجاء رضی اللّٰہ عنہ و کانت اصیبت یدہ یوم الجمل قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم اِسْتَشْفُوْا بِمَا حَمِدَ اللّٰہُ بِہٖ نَفْسَہٗ قَبْلَ اَنْ یَحْمِدَہٗ خَلْقُہٗ وَ بِمَا مَدَحَ اللّٰہُ بِہٖ نَفْسَہٗ

حضرت رجاء رضی اللہ عنہ کا ہاتھ جنگِ جمل کے موقع پر زخمی ہوگیا تھا اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ اس سورت سے شفا حاصل کرو جس سے اللہ تعالیٰ نے خود اپنی حمد فرمائی ہے اس سے پہلے کہ مخلوق اس کی حمد کرتی اور اس سورت سے شفا حاصل کرو جس سے اللہ تعالیٰ نے خود اپنی

؂۱ بخاری باب التوحید ۔ مسلم باب صلاۃ المسافرین ۔ نسائی باب الافتتاح　؂۲ بخاری باب الصلاۃ ۱/۱۴۱ ترمذی باب فضائل القرآن ۲۹۰۱ ۔ مسند ابی یعلی ۳۳۳۵ ۔ بیہقی ۲/۶۲

قُلْتُ وَ مَاذَا بِأَبِيْ وَ أُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ فَمَنْ لَّمْ يَشْفِهِ الْقُرْاٰنُ فَلَا شَفَاهُ اللّٰهُ" [1]

مدح فرمائی ہے۔ حضرت رجاء کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اے اللہ کے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) وہ کونسی سورتیں ہیں فرمایا الحمد للہ (سورت فاتحہ) اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (سورۂ اخلاص) جسے قرآن سے شفا نہ ہو خُدا اُسے شفا نہ دے۔

حدیث نمبر ۳۸

عن انس رضی اللہ عنہ قَالَ اِذَا نُقِسَ النَّاقُوْسُ اِشْتَدَّ غَضَبُ الرَّحْمٰنِ عَزَّ وَجَلَّ فَتَنْزِلُ الْمَلَائِكَةُ بِاَقْطَارِ الْاَرْضِ فَلَا يَزَالُوْنَ يَقُوْلُوْنَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ حَتّٰى يَسْكُتَ غَضَبُهُ عزوجل [2] (رواہ الطبرانی موقوفا)

حضرت انس رضؓ سے موقوفا مروی ہے کہ جب ناقوس بجایا جاتا ہے تو اللہ کا غصّہ بڑھ جاتا ہے، اس موقع پر فرشتے روئے زمین میں اُتر کر قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھنے لگ جاتے ہیں اور غصّہ ٹھنڈا ہونے تک پڑھتے رہتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۹

عن علی رضی اللہ عنہ قَالَ لَدَغَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم عَقْرَبٌ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْعَقْرَبَ لَا تَدَعُ مُصَلِّيًا وَلَا غَيْرَهُ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ وَمِلْحٍ وَجَعَلَ يَمْسَحُ عَلَيْهَا وَيَقْرَأُ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ [3]

حضرت علی رضؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو نماز کی حالت میں بچھونے ڈس لیا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا بچھو پر خدا کی پھٹکار ہو یہ نہ نمازی کو چھوڑتا ہے نہ غیر نمازی کو پھر آپ نے پانی اور نمک منگوا کر زہر والی جگہ پہ لگا کر قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھکر دم کیا۔

حدیث نمبر ۴۰

عن عامر بن عبد قیس قَالَ مَنْ قَرَأَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ... فَلَا يَقْرَأُ مَعَهَا شَيْئًا مِنَ الْقُرْاٰنِ اِسْتِقْلَالًا لِاَنَّهَا نِسْبَةُ الرَّحْمٰنِ مِنْ اَوَّلِهَا اِلٰى آخِرِهَا" [4] واللہ اعلم بالصواب

حضرت عامر بن عبد قیس رضؓ فرماتے ہیں ہے کہ جو شخص قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھے تو اسکے ساتھ قرآن میں کچھ اور نہ پڑھے۔ اسے مستقل رکھنے کے لیے کیونکہ یہ از اوّل تا آخر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے۔

---

[1] جمع الجوامع ۱/۱۰۵ [2] تفسیر قرطبی ۸/۲۳۹، [3] مصنف ابن ابی شیبہ ۵/۴۴ شعب الایمان ۲۳۴۰/۱ مجمع الزوائد ۵/۱۱۱

[4] اخرجہ ابن فی فضائل القرآن ۲۶۰

روزہ

اَحکام اور مَسائل

حضرت مولانا سیّد محمّد میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ
مُحدّث، فقیہ، مُورّخ، مُجاہد فی سبیل اللہ، مؤلفِ کتب کثیرہ

روزہ کی تعریف

روزہ کا مطلب یہ ہے۔ عبادت اور اللہ کے واسطے کی نیّت سے صُبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک کھانے پینے اور نفسانی خواہش پُورا کرنے کو چھوڑ دینا۔

وقت

اِس تعریف سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ روزہ کا وقت صُبح صَادق یعنی پَو پھٹنے سے لے کر غروبِ آفتاب تک ہوتا ہے۔ جیسے ہی آفتاب چھپے روزہ ختم ہوجاتا ہے۔

یہ بھی معلوم ہوگیا کہ روزہ میں جس طرح کھانا پینا چھوڑا جاتا ہے ایسے ہی نفسانی خواہشیں یعنی وہ باتیں جو میاں بیوی کے تعلق میں ہوتی ہیں وہ بھی چھوڑی جاتی ہیں۔

روزہ کا ثواب

قرآن شریف میں ہے کہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے۔ کبھی اس سے زیادہ بھی ثواب مِلتا ہے۔ مثلاً آپ خود ضرورت مند اور پریشان ہیں۔ پھر بھی آپ راہِ خدا میں خرچ کرنے سے نہیں چوکتے۔ کوئی آپ سے بھی زیادہ ضرورتمند آپ کے سامنے آجاتا ہے یا کوئی ایسی دینی ضرورت سامنے آجاتی ہے جس میں خرچ کرنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ اب آپ اپنی ضرورت پیچھے ڈالتے ہیں اور اِس دینی ضرورت کو پورا کرتے ہیں تو ایسی صُورت میں

ایک کا ثواب سات سو گنا تک ہوتا ہے۔[1]

یہ نماز۔ زکوٰۃ جیسی نیکیوں کا ثواب ہے۔ لیکن اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ روزہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے۔ اُس کے ثواب کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ روزہ میرے لیئے ہی ہوتا ہے اس کا بدلہ بھی خاص طور پر مَیں ہی دُونگا۔ روزہ دار میری ہی وجہ سے کھانا پینا اور اپنی دوسری خواہشیں چھوڑتا ہے۔ وہ پردہ میں چھُپ کر اگر پانی پینا چاہتا تو پی سکتا تھا۔ مگر وہ ایسی بند کوٹھڑی میں جہاں کوئی دیکھنے والا نہیں صرف اللہ ہی دیکھنے والا ہے۔ میری مرضی پوری کرتا ہے۔ میرے حکم کی تعمیل کرتا ہے۔ میری ناراضگی سے ڈرتا ہے وہ پانی نہیں پیتا تو اس نے نام نمود یا رسم و رواج کی خاطر نہیں بلکہ صرف میری خاطر اپنے نفس کو مارا اور روزہ پُورا کیا۔ لہٰذا اس کا ثواب بھی خاص طور پر مَیں ہی دُوں گا۔

علماء نے لکھا ہے کہ روزہ کا ثواب خاص طور پر اللہ تعالیٰ ہی عطا فرمائیں گے۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ یادِ خدا، ذکر، تسبیح، زکوٰۃ، سجدہ وغیرہ تو ایسے کام ہیں جو فرشتے خود بھی کرتے ہیں۔ ان کو ان کے مرتبوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسی اندازے کے مطابق وہ رکوع سجدہ کرنے والوں اور تسبیح پڑھنے والوں کے عمل کا ثواب نامۂ اعمال میں لکھ دیتے ہیں۔ لیکن روزہ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کھانا، پینا اور نفسانی خواہش اللہ کے لیے چھوڑتا ہے۔ فرشتوں میں نفسانی خواہش نہیں ہوتی۔ وہ نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، نہ اور نفسانی کام کرتے ہیں۔ پس ان کے چھوڑنے میں کسی کو کتنی تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے۔ اس کا اندازہ بھی ان کو نہیں ہوتا۔ اس لیئے وہ اس کا صحیح اجر و ثواب بھی نہیں لکھ سکتے۔ پس یہ کام اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم نے خود اپنے ذمّے لیا۔ روزہ کا ثواب اللہ تعالیٰ خود عطا فرماتا ہے۔

---

[1] قرآن شریف میں ہے۔ وہ جو خرچ کرتے ہیں اللہ کی راہ میں اُس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانا اُگا اس میں سات بالیں لگیں۔ ہر بال میں سَو دانے نکلے (پس ایک دانے سے سات سو دانے ہو گئے) اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس سے بڑھا کر ثواب دیتا ہے (سورۂ بقرہ۔ رکوع ۳۶)

احکام و مسائل

(۱) روزہ کی قسمیں

اور کاموں کی طرح روزے کے بھی یہی احکام ہیں کہ کچھ روزے فرض ہوتے ہیں، کچھ واجب یا مسنون ہوتے ہیں۔ بعض صُورتوں میں روزہ مکروہ ہوتا ہے، بعض صُورتوں میں حرام۔ پھر فرض یا واجب روزے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے دن اور تاریخیں مقرر ہوتی ہیں، اور ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اُن کی تاریخیں معیّن نہیں ہوتیں۔ اس طرح روزے کی آٹھ قسمیں ہو جاتی ہیں جن کی نمبروار تفصیل یہ ہے:

(۱) **فرضِ معیّن :** جیسے رمضان شریف کے روزے کہ وہ فرض بھی ہیں اور اُن کا وقت بھی مقرر ہے کہ رمضان شریف کا چاند دیکھ کر شروع کیے جاتے ہیں اور عید کے چاند پر ختم ہو جاتے ہیں۔

(۲) **فرضِ غیر معیّن :** اگر کسی وجہ سے (خدانخواستہ) رمضان کا کوئی روزہ نہیں رکھا جا سکا تو اس کی قضا فرض ہے۔ مگر اس کے لیے کوئی دن یا تاریخ مقرر نہیں ہوتی جس قدر جلد موقع ملے رکھ لے۔

(۳) **واجب معیّن۔**　(۴) **واجب غیر معیّن۔**

کفارے[۱] کے روزے واجب ہوتے ہیں مگر اُن کے لیے وقت مقرر نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر کسی نے منّت مانی کہ اگر مَیں امتحان میں کامیاب ہو گیا تو تین روزے رکھوں گا۔ پس جب امتحان میں کامیاب ہو جائے تو تین روزے رکھنے ہوں گے۔ مگر اُن کے لیے تاریخ اور دن مقرر نہیں۔ جتنی جلد ممکن ہو اپنی یہ منّت پوری کر دے۔ یہ "واجب غیر معیّن" ہوئے اور اگر منّت مانتے وقت تاریخ اور دن بھی مقرر کر دے مثلاً یہ کہ اگر امتحان میں کامیاب ہو گیا تو فلاں مہینے کی فلاں فلاں تاریخ کو روزے رکھوں گا۔ یہ روزے "واجب معیّن" ہوں گے۔

(۵) **سُنّت :** وہ روزے جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے رکھے یا اُن کے رکھنے کی ترغیب

---

[۱] مثلاً کسی نے کوئی قسم کھائی۔ پھر قسم توڑ دی تو اس پر تین روزے کفارے کے واجب ہو گئے۔

دی۔ مثلاً :۔

(الف) عاشورے کے دو روزے جو محرم کی نو دس یا دس گیارہ کو رکھے جاتے ہیں۔ عاشورہ محرّم کی دسویں تاریخ کو کہتے ہیں۔ اس کے ساتھ نو یا گیارہ محرّم کا روزہ رکھنا مسنون ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترغیب دی ہے۔

(ب) عرفہ یعنی ذی الحجہ کی نویں تاریخ کا روزہ۔ اُن کے لیے جو حج نہیں کر رہے[۱] ہیں۔

(ج) ایامِ بیض : یعنی ہر مہینے کی تیرھویں۔ چودھویں اور پندرھویں تاریخ کے روزے۔ یہ روزے سُنّت ہیں۔ سُنّتِ مؤکّدہ کوئی روزہ نہیں۔

(۶) **مستحب :** فرض واجب اور سُنّت روزوں کے علاوہ تمام روزے مستحب ہیں۔ لیکن بعض روزے ایسے ہیں کہ اُن میں ثواب زیادہ ہے، جیسے ماہِ شوال میں چھ روزے۔ ماہِ شعبان کی پندرھویں تاریخ کا روزہ۔ پیر کے دن کا روزہ۔ جمعرات کے دن کا روزہ یا جمعہ کے دن کا روزہ[۲]۔

(۷) **مکروہ :** صرف سنیچر کے دن کا روزہ۔ صرف عاشورے یعنی محرّم کی صرف دسویں تاریخ کا روزہ۔ نوروز کا روزہ[۳]۔ عورت کو خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا۔

(۸) **حرام :** سال بھر میں پانچ دن کے روزے حرام ہیں۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن اور ایام التشریق یعنی ذی الحجہ کی گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں کا روزہ۔

روزے کی نیّت، وقت اور طریقہ

۱۔ نیّت قصد اور ارادہ کرنے کو کہتے ہیں۔ دل سے ارادہ کر لینا کافی ہے۔ زبان سے کہہ لے تو بہتر ہے۔ نہ کہنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

۲۔ نیّت یعنی روزہ رکھنے کا ارادہ کرنا شرط ہے۔ پس اگر ایسی صورت ہوگئی کہ

---

۱ حج کرنے والوں کے لیے یہ روزہ مسنون نہیں ہے۔ اُن کے لیے روزہ نہ رکھنا مسنون ہے۔ ۲ درِّ مختار

۳ اسلام سے پہلے ایران کا یہ قومی تہوار تھا۔ اِسی طرح جن تاریخوں پر دوسری قومیں تہوار اور مذہبی فرض کی طرح روزے رکھتی ہیں۔ ان تاریخوں میں روزے رکھنا مکروہ ہے۔ واللہ اعلم۔

صُبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک نہ کچھ کھایا پیا ، نہ کوئی ایسا فعل کیا جو روزے کے خلاف ہو۔ مگر روزے کا ارادہ بھی نہیں کیا تھا تو اس کو روزہ نہیں مانا جائے گا۔

۳۔ نیّت کِس طرح کرے؟ رمضان شریف ۔ نذرِ معیّن ۔سُنّت اور نفل روزوں میں صرف روزے کا ارادہ کرلینا کافی ہے۔ پس اگر رمضان شریف میں یا نذرِ معیّن کے دن صرف روزہ کا ارادہ کرلے تو نفل نہیں۔ بلکہ رمضان میں رمضان شریف کا اور نذرِ معیّن کے دن اس نذر کا روزہ ہوگا اور باقی دِنوں میں سُنّت یا نفل کا روزہ ہوجائے گا۔ البتہ نذرِ غیر معیّن اور کفّاروں اور قضائے رمضان کی نیّت میں خاص ان روزوں کا قصد کرنا ضروری ہے۔

۴۔ وقت رمضان شریف اور نذرِ معیّن اور سُنّت اور نفل روزوں کی نیّت رات سے کرلے یا صُبح کو آدھے دن سے پہلے پہلے کرلے جائز ہے۔ مگر قضاء رمضان اور کفارے اور نذرِ غیر معیّن کی نیّت صُبح صادق سے پہلے کرلینی ضروری ہے۔

۵۔ دن سے مراد شرعی دن ہے جو صُبح صادق سے غروبِ آفتاب تک ہوتا ہے۔ مثلاً اگر چار بجے صُبح صادق ہو اور چھ بجے آفتاب غروب ہو، تو شرعی دن چودہ گھنٹے کا ہوا اور آدھا دن گیارہ بجے ہُوا تو گیارہ بجے سے پہلے پہلے نیّت کرلینی ضروری ہے۔

روزے کے مستحبات

روزے کے مستحبات یہ ہیں :-

(۱) سحری کھانا (۲) رات سے نیّت کرنا۔ (۳) سحری آخری وقت میں کھانا۔ بشرطیکہ یقینی طور پر صبح صادق سے پہلے فارغ ہوجائے۔ (۴) جیسے ہی اس کا یقین ہوجائے کہ آفتاب غروب

ہو گیا[1]۔ فوراً افطار کر لینا[2] (۵) زبان کو ہر لایعنی بات سے روکے رکھنا۔ اِسی طرح آنکھ، کان اور ہاتھ پاؤں کی نگرانی رکھنا کہ کوئی ممنوع بات سرزد نہ ہو۔ دل کو بُرے جذبات سے اور دماغ کو بُرے خیالات سے پاک رکھنا۔ (۶) چھوارے یا کھجور سے اور یہ نہ ہو تو پانی سے افطار کرنا۔

سحری

تعریف | آخری رات میں صبح صادق سے پہلے کچھ کھانے پینے کو سحری کہتے ہیں۔

وقت | رات کا آخری حصہ (صبح صادق سے پہلے پہلے) اس کا وقت ہے۔

حیثیت | سحری کھانا سُنّت ہے اس کا بہت ثواب ہے۔ بھوک نہ ہو تو ایک دو لقمے یا کھجور یا چھوارہ ہی کھا لینا چاہیئے۔

مکروہ اور مباح

روزے کے مکروہات | روزے میں یہ باتیں مکرُوہ ہیں :۔

(۱) گوند چبانا یا کوئی اور چیز مونھ میں ڈالے رکھنا۔

(۲) کوئلہ چبا کر یا منجن سے دانت مانجھنا۔

(۳) کوئی چیز چکھنا۔ ہاں جس عورت کا خاوند سخت اور بدمزاج ہو اُسے زبان کی نوک سے سالن کا مزہ چکھ لینا جائز ہے۔

(۴) استنجے میں زیادہ پاؤں پھیلا کر بیٹھنا اور کلی یا ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا۔

(۵) مونھ میں بہت سا تھوک جمع کر کے نگلنا۔

---

[1] یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ غروب کا جو وقت ہے وہی افطار کا وقت ہے۔ ایسے ہی طلوع صبح صادق کا جو وقت ہو وہی ختم سحر کا وقت ہوگا۔ ایسا ہرگز نہ سمجھنا چاہیئے کہ افطار کا وقت غروب آفتاب سے چند منٹ بعد ہوتا ہے یا سحر کا وقت طلوعِ صبح صادق سے چند منٹ پہلے ختم ہو جاتا ہے۔ ایسا سمجھنا فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی ہے اور شریعت کے حکم میں تحریف ہے۔ معاذ اللہ۔

[2] احتیاط وغیرہ کے بہانہ سے تاخیر نہ کرنا۔

(۶) غیبت کرنا۔ جھوٹ بولنا۔ گالی گلوچ کرنا۔

(۷) بے قراری اور گھبراہٹ ظاہر کرنا۔

(۸) نہانے کی حاجت ہو جائے تو غسل کو قصداً صبح صادق کے بعد تک مؤخر کرنا۔

مباح کام روزے میں یہ باتیں مباح ہیں۔ ان سے روزہ مکروہ نہیں ہوتا :۔

(۱) سرمہ لگانا (۲) بدن پر تیل ملنا یا سر میں تیل ڈالنا۔ (۳) ٹھنڈک کے لیے غسل کرنا۔
(۴) مسواک کرنا اگرچہ تازی جڑ یا تر شاخ کی ہو (۵) خوشبو لگانا یا سونگھنا۔ (۶) اپنا تھوک نگل لینا
(۷) اگر بھولے سے کچھ کھا لیا یا پی لیا۔ (۸) یا خود بخود بلا قصد قے ہو گئی۔ (۹) یا بلا ارادہ مکھی یا دھواں حلق سے اتر گیا تو اس سے روزہ مکروہ نہیں ہوتا۔

مفسداتِ صوم اور ان کی قسمیں

تشریح "صوم" روزہ کو کہتے ہیں۔ "مفسدِ صوم" ایسی بات جس سے روزہ ٹوٹ جائے اور "مفسدات" "مفسد" کی جمع ہے۔

"مفسداتِ صوم" کی دو قسمیں ہیں : ایک وہ جن سے صرف قضا واجب ہوتی ہے۔
دوسری وہ جن سے قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں۔

۱۔ مفسداتِ صوم کی پہلی قسم جن سے صرف قضا واجب ہوتی ہے وہ یہ ہیں :۔

۱۔ کسی نے زبردستی روزہ دار کے منھ میں کوئی چیز ڈال دی اور وہ حلق سے اُتر گئی۔

۲۔ روزہ یاد تھا اور کُلّی کرتے وقت بلا ارادہ حلق سے پانی اُتر گیا۔

۳۔ قے آئی اور قصداً حلق میں لوٹا لی۔

۴۔ قصداً منہ بھر کر قے کر ڈالی۔

۵۔ کنکری یا پتھر کا ٹکڑا، یا گٹھلی یا مٹی یا کاغذ کا ٹکڑا قصداً نگل لیا۔

۶۔ دانتوں میں رہی ہوئی چیز کو زبان سے نکال کر نگل گیا۔ جب کہ وہ چنے کے برابر

یا اُس سے زیادہ ہو۔ لیکن اگر منہ سے باہر نکال کر پھر نگل گیا تو چاہے چنے سے کم
ہو یا زیادہ۔ روزہ ٹوٹ گیا۔

۷۔ کان میں تیل ڈالا ۸۔ ناس لیا ۹۔ دانتوں میں سے نکلے ہوئے خون
کو نگل گیا جب کہ خون تھوک پر غالب ہو۔

۱۰۔ بھولے سے کچھ کھا پی لیا۔ پھر یہ سمجھ کر کہ روزہ ٹوٹ گیا۔ قصداً کچھ کھا پی لیا۔

۱۱۔ یہ سمجھ کر کہ ابھی صبح صادق نہیں ہوئی سحری کھالی۔ پھر معلوم ہوا کہ صُبح
ہو چکی تھی۔

۱۲۔ رمضان شریف کے سوا اور دِنوں میں کوئی روزہ توڑ ڈالا۔

۱۳۔ آسمان پر ابر یا غبار تھا۔ یہ سمجھ کر کہ آفتاب غرُوب ہو گیا، روزہ افطار کر لیا۔
حالانکہ ابھی دن باقی تھا۔

ان سب صُورتوں میں صرف ان روزوں کی قضا رکھنی پڑے گی جو ٹوٹ گئے۔
کفارہ واجب نہیں ہوگا۔

۲۔ دُوسری قسم

مفسداتِ صوم جن سے قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں۔

رمضان شریف کے مہینہ میں روزہ رکھ کر:۔ (۱) ایسی چیز جو غذا یا دوا یا لذّت کے طور پر استعمال کی جاتی ہے قصداً کھا پی لی۔ (۲) قصداً صُحبت کر لی (۳) فصد کھلوائی، یا سُرمہ لگایا پھر یہ سمجھ کر کہ روزہ ٹوٹ گیا، قصداً کھا پی لیا۔ تو ان صُورتوں میں قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔

فِدیہ اور مقدارِ فِدیہ

فِدیہ

اگر قضا روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو تو فِدیہ ادا کرنا ضروری ہوگا یعنی
(۱) اِتنا بوڑھا ہو گیا ہو کہ روزہ نہیں رکھ سکتا اور یہ اُمّید بھی نہیں رہی

کہ آئندہ طاقت آجائے گی۔

(۲) یا ایسا بیمار ہوگیا کہ صحت کی امید جاتی رہی۔

تو ان صورتوں میں روزوں کا فدیہ ادا کیا جائے گا۔

مقدارِ فدیہ ہر روزے کے بدلے پونے دو سیر گیہوں یا ساڑھے تین سیر جَو یا اُن میں سے کسی کی قیمت۔ یا اُن کی قیمت کے برابر کوئی اور غلہ مثلاً چاول، باجرہ، جوار وغیرہ۔

نمازوں کا فدیہ ہر فرض اور واجب نماز کے فدیہ کی بھی یہی مقدار ہے۔ مگر نماز جب تک سر کے اشارے سے بھی پڑھ سکتا ہو اس وقت تک تو اشارہ سے نماز ادا کرنا فرض ہے اور جب اشارہ بھی نہ کرسکے اور اسی حال میں انتقال ہوجائے یا چھ نمازوں کا وقت گذر جائے تو اس حالت کی نماز فرض نہیں۔ پس نماز کا فدیہ دینے کی یہی صورت ہے کہ اگر نماز پڑھنے کی طاقت ہونے کے زمانہ کی نمازیں قضا ہوگئیں اور بغیر ادا کئے انتقال ہوگیا، تو ان نمازوں کا فدیہ دیا جاسکتا ہے۔

فدیہ کب واجب ہوگا؟ (۱) مرنے والے نے روزوں یا نمازوں کا فدیہ ادا کرنے کی وصیت کردی تو اگر اس کے ترکہ کے ایک تہائی میں اتنی گنجائش ہے کہ یہ فدیہ ادا کیا جاسکے تو وارثوں پر واجب ہوگا کہ وہ پہلے وصیت پوری کریں۔ اس کے بعد ترکہ تقسیم کریں۔

(۲) اور اگر اس کا ترکہ کچھ نہیں۔ یا ترکے کی ایک تہائی میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ فدیہ ادا ہوسکے تو وارثوں پر وصیت کا پورا کرنا واجب نہیں ہے۔ البتہ اگر وہ اپنی طرف سے یہ وصیت پوری کردیں تو یہ ان وارثوں کی سعادت مندی اور حق شناسی ہوگی۔

(۳) ترکہ کے ایک تہائی میں فدیہ ادا کرنے کی گنجائش تھی، مگر مرنے والے نے فدیہ کی وصیت ہی نہیں کی۔ تب بھی فدیہ ادا کرنا وارثوں پر واجب نہیں ہے۔ اگر وہ فدیہ دے دیں تو یہ ان کی سعادت ہے۔

(۴) اگر مرنے والے کی طرف سے کوئی وارث روزے رکھ لے تو یہ فدیہ نہیں ہوں گے یعنی مرنے والے کے ذمّہ سے روزے نہ اتریں گے۔

اعتکاف کی قسمیں اور احکام

تم پڑھ چکے ہو کہ عبادت کی نیّت سے اللہ کے گھر (مسجد) میں ٹھہر جانے کو اعتکاف کہتے ہیں۔

مرد ایسی مسجد میں اعتکاف کریں جہاں جماعت ہوتی ہو اور عورت اپنے گھر میں اس جگہ جہاں نماز پڑھتی ہو اور اگر گھر میں نماز کی کوئی خاص جگہ مقرر نہ ہو تو اعتکاف شروع کرنے سے پہلے ایسی جگہ بنالے۔ اعتکاف کی نیّت کرکے اسی جگہ ہر وقت رہا کرے۔ پاخانہ، پیشاب کے علاوہ اور کسی کام کے لیے اس جگہ سے اُٹھ کر مکان کے صحن یا کسی دُوسرے حصّہ میں نہ جائے۔

قِسمیں | اِعتکاف کی تین قِسمیں ہیں:-

(۱) **واجب** : نذر کا اعتکاف واجب ہے۔ مثلاً کسی نے منت مانی کہ مَیں خدا کے واسطے تین روز کا اعتکاف کروں گا یا اس طرح کہا کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو خدا کے واسطے دو روز کا اعتکاف کروں گا۔

(۲) **سُنّتِ مؤکّدہ** :- رمضان شریف کے عشرۂ اخیرہ یعنی آخری دس روز کا اعتکاف سُنّتِ مؤکّدہ ہے۔ اس کی ابتداء بیسویں رمضان کی شام یعنی غروبِ آفتاب کے وقت سے ہوتی ہے اور عید کا چاند دیکھتے ہی یہ اعتکاف ختم ہو جاتا ہے۔ چاند چاہے انتیس کا ہو یا تیس کا دونوں صورتوں میں سُنّت ادا ہو جائے گی۔

یہ اعتکاف "سُنّتِ مؤکدہ علی الکفایہ" ہے۔ یعنی بعض لوگوں کے کرنے سے سب کے ذمّہ سے ادا ہو جاتا ہے۔

(۳) **مُستحب** : واجب اور سُنّتِ مؤکدہ کے علاوہ سب اعتکاف مستحب ہیں اور سال کے تمام دِنوں میں اعتکاف جائز ہے

شرائط اِعتکاف صحیح ہونے کی یہ شرطیں ہیں :۔

(۱) مسلمان ہونا۔ (۲) حدثِ اکبر اور حیض و نفاس سے پاک ہونا۔ (۳) عاقل ہونا۔ (۴) نیّت کرنا۔ (۵) مسجد میں اعتکاف کرنا۔

یہ باتیں ہر قسم کے اعتکاف کے لیے شرط ہیں اور اعتکاف واجب کے لیے روزہ بھی شرط ہے۔

مستحبات اِعتکاف میں یہ باتیں مستحب ہیں :۔

(۱) نیک اور اچھی باتیں (۲) قرآن شریف کی تلاوت کرنا۔ (۳) درُود شریف پڑھتے رہنا۔ (۴) علومِ دینیہ پڑھنا یا پڑھانا۔ (۵) وعظ و نصیحت کرنا۔ (۶) جامع مسجد میں اعتکاف کرنا۔

اعتکاف کا وقت (الف) اعتکاف واجب کے لیے چونکہ روزہ شرط ہے اسلیے اس کا وقت کم سے کم ایک دن ہے۔ پس ایک دن سے کم مثلاً دو چار گھنٹہ کی یا رات کے اعتکاف کی منّت ماننا صحیح نہیں۔

(ب) جو اِعتکاف سُنّت مؤکدہ ہے۔ اُس کا وقت رمضان شریف کا عشرہ اخیرہ ہے۔

(ج) نفل اِعتکاف کے لیے وقت کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے۔ نفل اِعتکاف دس پانچ مِنٹ کا بھی ہو سکتا ہے۔ اگر مسجد میں داخل ہوتے وقت اِعتکاف کی نیت کر لیا کرے۔ تو روزانہ بہت سے اِعتکافوں کا ثواب مل جائے گا۔

مباحاتِ اِعتکاف یعنی جو باتیں اعتکاف میں جائز ہیں :

(۱) مسجد میں کھانا پینا، سونا، ضرورت کی کوئی چیز خریدنا، بشرطیکہ وہ چیز مسجد کے اندر نہ ہو۔ نکاح کرنا۔

(۲) مندرجہ ذیل ضرورتوں کی بنا پر معتکف مسجد سے نکل سکتا ہے۔

(الف) پاخانہ پیشاب کی ضرورت (ب) غسل فرض کی ضرورت

(ج) نمازِ جمعہ کی ضرورت۔ مگر نماز جمعہ کے لیے زوال کے وقت مسجد سے نکلے یا اِتنی دیر پہلے کہ جامع

مسجد میں پہونچ کر خطبہ سے پہلے چار سُنّتیں پڑھ سکے۔[1] (د) اذان کہنے کے لیے اذان کی جگہ پر خالج مسجد جانا۔

(۳) پاخانہ پیشاب کے لیے اپنے مکان تک جا سکتا ہے۔ خواہ وہ کتنی ہی دور ہو۔ ہاں اگر اس کے دو مکان ہیں۔ ایک اعتکاف کی جگہ سے قریب ہے اور دوسرا دُور ہے تو قریب والے میں قضا حاجت کرنا ضروری ہے۔

(۴) اگر اعتکاف کی نیت کرتے وقت یہ نیت کر لی تھی کہ نمازِ جنازہ کے لیے جاؤں گا تو نمازِ جنازہ کے لیے جانا بھی جائز ہے۔ اگر نیت نہیں کی تھی تو جائز نہیں ہے۔

مکروہاتِ اعتکاف

اعتکاف میں یہ باتیں مکرُوہ ہیں :-

(۱) بالکل خاموشی اختیار کرنا اور اسے عبادت سمجھنا۔ (۲) بکری کا سامان مسجد میں لاکر خریدنا یا بیچنا۔ (۳) لڑائی جھگڑا یا بیہُودہ باتیں کرنا۔

مفسداتِ اعتکاف

مندرجہ ذیل باتوں سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے۔

(۱) بِلا عُذر قصداً یا سہواً مسجد سے باہر نکلنا۔ (۲) صُحبت کرنا۔ (۳) کسی عذر سے باہر نکل کر ضرورت سے زیادہ ٹھیرنا۔ جیسے پائخانہ کے لیے گیا تھا۔ پائخانہ سے فارغ ہو کر گھر میں کچھ دیر ٹھہرا رہا۔ (۴) بیماری یا خوف کی وجہ سے مسجد سے نکلنا۔

اعتکاف کی قضا

اعتکاف واجب اگر فاسد ہو جائے تو اس کی قضا واجب ہے سُنّت یا نفل اعتکاف کی قضا واجب نہیں۔

---

[1] اگر جامع مسجد دُور ہے اور وہاں نمازِ جمعہ بھی اول وقت ہوتی ہے۔ یا اگر زوال کے بعد روانہ نہ ہو تو نماز جمعہ میں شریک نہیں ہو سکتا۔ تو اپنی مسجد سے زوال سے پہلے بھی روانہ ہو سکتا ہے۔ مگر ایسے وقت روانہ ہو کہ جامع مسجد میں خطبہ سے صرف اتنی دیر پہلے پہنچے کہ چار سُنّتیں پڑھ سکے۔

وفیات

گزشتہ ماہ جماعت تبلیغ کے بزرگ حضرت مولانا ظاہر شاہ صاحب وفات پاگئے۔ اِنّا للہ واِنّا الیہ راجعون۔

مولانا نے ۱۹۶۳ء سے ساری زندگی تبلیغ کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ رائے ونڈ کے مرکز میں بعد عشاء تعلیم کی خدمت آپ انجام دیا کرتے تھے۔ آپ "اُگی" بالاکوٹ کے رہنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی دینی خدمات کو قبول فرماکر اپنے ہاں اعلیٰ درجات نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق ہو۔ آمین

جماعت تبلیغ کے ایک اور بزرگ بھائی اکرام صاحب انجینئر بھی گزشتہ ماہ وفات پاگئے۔ مرحوم لاہور کے رہنے والے تھے۔ ۱۹۴۴ء سے اپنی زندگی تبلیغ دین کے لیے وقف کر دی تھی اور رائے ونڈ میں مقیم رہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی جملہ مساعی دینیہ کو قبول فرماکر آخرت میں بلند درجات نصیب فرمائے (آمین)

جامعہ کے بہی خواہ اور مخلص جناب بھائی فیروز صاحب کی والدہ صاحبہ بھی گزشتہ ماہ مختصر علالت کے بعد خالق حقیقی سے جا ملیں مرحومہ بہت نیک اور پارسا خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرماکر آخرت میں بلند درجات عطا فرمائے۔ بھائی فیروز اور اُنکے دیگر اہلِ خانہ کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

مرحومین کے لیے جامعہ میں ایصال ثواب کرایا گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

"انوارِ مدینہ" میں

اشتہار

دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

والدین کے لیے لمحۂ فکریہ

ایک گریجویٹ خاتون کا مرزائیت سے رجوع

مولانا محمدؐ زکریا، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم: اس دورِ پُرفتن میں جہاں دیگر بہت سے فتنے جنم لے رہے ہیں وہیں ایک خطرناک فتنہ مذہبی آزادی اور بے راہروی کا بڑی تیزی کے ساتھ لوگوں میں پھیل رہا ہے۔ باطل قوتیں اجتماعی طور پر مسلمانوں کے درپۂ ایمان ہیں اور مختلف انداز سے اُن کا ایمان برباد کر رہی ہیں، المیہ یہ ہے کہ اچھّے اچھّے دیندار گھرانے اس کی زد میں آ رہے ہیں اور اس میں جہاں ہمارے تعلیمی اور معاشرتی ماحول کا قصور ہے وہیں والدین کی بے اعتنائی اور بے پروائی کا بھی دَخل ہے، راقم الحروف کے ساتھ چند روز پیشتر ایک عجیب واقعہ پیش آیا، یہ واقعہ چونکہ عبرت انگیز بھی ہے اور اس میں والدین کے لیے دعوتِ فکر بھی ہے اس لیے مناسب معلوم ہُوا کہ قارئین "انوارِ مدینہ" کے گوش گزار کیا جائے، شاید کوئی اس واقعہ سے سبق حاصل کر کے اپنا رُخ صحیح کرلے۔

واقعہ یہ ہے کہ راقم الحروف مؤرخہ ۱۷ نومبر بروز پیر شام کو جب گھر پہنچا تو اپنی مسجد کے قاری صاحب کو انتظار کرتے ہُوئے پایا، وہ مجھے دیکھتے ہی پاس آئے اور فرمانے لگے کہ آپ سے ایک بہت ہی ضروری کام ہے، وہ یہ کہ جو صاحب جمعہ کی نماز کے لیے سب سے پہلے ہماری مسجد میں آتے ہیں اور اکثر ذکر اذکار میں مشغول رہتے ہیں وہ دوپہر کو میرے پاس آئے تھے اور بہت پریشان تھے، وہ اس لیے آئے تھے کہ اُن کی ایک ہی بیٹی ہے اور تین بیٹے ہیں اُنھوں نے اپنی بیٹی کا رشتہ اپنی سالی کے لڑکے (لڑکی کے خالہ زاد بھائی) سے کیا ہے اور ۲۲ نومبر کو رُخصتی ہے، وہ بتانے لگے کہ رات کو لڑکے والے یعنی لڑکا اور اس کی والدہ پھوپھی اور دو بہنوئی اور دو ایک افراد اور سب مل کر آئے اور آکر کہنے لگے کہ نکاح پڑھانے کے لیے ہم اپنا مولوی لائیں گے۔ مَیں نے کہا کہ ہوتا تو یُوں ہے کہ مولوی صاحب کو لڑکی والے لاتے ہیں اور اُن

کی فیس وغیرہ بھی وُہی ادا کرتے ہیں اگر آپ چاہتے ہیں کہ مولوی صاحب کو آپ لائیں تو لے آئیں، جو فیس وغیرہ ہوگی وہ ہم ادا کر دیں گے۔ اُنھوں نے کہا کہ بات اصل یہ ہے کہ لڑکا احمدی (مرزائی) ہے اس لیے مولوی بھی خود لائے گا، وہ صاحب کہنے لگے کہ میرے تو ہوش اُڑ گئے کہ لڑکا مرزائی ہو اور میں اُس کو اپنا داماد بناؤں، میں نے کہا کہ آپ نے یہ بات پہلے کیوں نہیں بتائی کہ لڑکا مرزائی ہے۔ مرزائی تو کافر ہوتے ہیں اور میں تو اپنی لڑکی کسی کافر کو نہیں دے سکتا، اس پر لڑکے نے کہا کہ آپ اپنی لڑکی سے پُوچھ لیں وہ بھی احمدی (مرزائی) ہے، وہ صاحب کہنے لگے کہ میرے تو اوسان خطا ہوگئے کہ میری لڑکی جو میری تربیت میں رہی وہ مرزائی ہو میں نے فوراً اُسے بلا کر پُوچھا تو میری وہ لڑکی جس نے کبھی میرے سامنے آنکھ اُٹھا کر بات نہیں کی تھی وہ صاف بولی کہ "ہاں میں احمدی ہوں اور آپ کو کافر سمجھتی ہوں"۔ میرے، میرے بیٹوں اور اہلیہ کے لیے یہ قیامت تھی، میرا جی چاہ رہا تھا کہ زمین پھٹے اور میں اس میں دفن ہو جاؤں۔ الغرض میں نے اُن آنے والوں کو تو اس جھگڑے میں رفع دفع کیا اور اپنی بیٹی سے پُوچھا کہ تو نے یہ کس طرح کہہ دیا؟ تو اس نے بتلایا کہ "مجھے میرے منگیتر (خالہ زاد بھائی جس سے نکاح ہونا تھا اُس نے) مرزائیوں کا لٹریچر لا کر دیا اور میری رہنمائی کی"۔ میں نے اسے بہت سمجھایا، لیکن وہ مطمئن نہیں ہوئی ہمارے لیے وہ رات تو انتہائی غم کی رات تھی۔ ہم بالکل نہیں سوئے اور اُس کا بھائی بھی پھوٹ پھوٹ کر روتا رہا ــــ اور کھانا بھی ہم نہیں کھا سکے، اس لیے آپ میرے ساتھ چلیں اور اُسے سمجھائیں قاری صاحب کہتے ہیں کہ میں نے اُنھیں جواب دیا کہ خطیب صاحب عالم ہیں وہ رات کو آٹھ بجے آتے ہیں، میں اُن کو ساتھ لے کر آؤں گا، لہٰذا اَب آپ میرے ساتھ چلیں، جلدی سے کھانا کھا لیں، چنانچہ میں نے جلدی سے کھانا کھایا اور دو رکعت صلاۃ الحاجت پڑھ کر اُس لڑکی کیلیے خصوصًا اور پُورے عالم کے لیے عمومًا ہدایت کی دُعا کی اور نو ساڑھے نو بجے کے قریب اُن کے گھر گئے، وہاں جا کر لڑکی کے والد صاحب سے ملاقات کی اُنھوں نے ساری صُورتِ حال بتائی۔ پھر اُس لڑکی کو بُلایا، اس لڑکی کی والدہ والد اور بھائی سب بیٹھے، اُن سب کی موجودگی میں میں نے لڑکی سے یہ سوال کیا کہ ساری اُمّتِ مسلمہ اس بات پر متفق ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم آخری نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا اور جو شخص کسی طرح کی بھی نبوّت کا دعوٰی کرے وہ جھُوٹا ہے آپ کو اس عقیدہ میں کوئی اشکال ہے؟ اس لڑکی نے کہا کہ میں آپ سے سوال کرتی ہوں آپ مجھے جواب دیجیے۔

سوال : نبی اور رسول میں کیا فرق ہے ؟

جواب : نبی اور رسول میں یہ فرق ہے کہ رسول کو نئی شریعت اور نئی کتاب دے کر مبعوث کیا جاتا ہے ، جبکہ نبی اپنے سے پہلے آنے والے رسول ہی کی شریعت کو لے کر مخلوق کی ہدایت کا کام کرتا ہے ، دوسرے معنی میں یہ کہ ہر رسول تو نبی ہوتا ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں ہوتا اور یہ بھی تغلیبی قاعدہ ہے ۔ ورنہ بسا اوقات نبی کو رسول بھی کہہ دیا جاتا ہے ۔

اُس لڑکی نے کہا کہ مَیں مرزا صاحب کو رسول نہیں مانتی بلکہ نبی مانتی ہوں وہ بھی غیر تشریعی نبی کہ وہ بھی آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان لاکر آپ ہی کا کام کرتے ہیں ۔

مَیں نے جواب میں کہا کہ آپ کی بات کا مطلب یہ ہُوا کہ جو بھی دین کا کام کرے تو وہ نبی ہو جائے گا ۔ لہٰذا پھر تو بہت سے علماء اور تبلیغی جماعت والے بھی نبی ہوں گے ۔ مَیں نے یہ بھی کہا کہ پھر آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس فرمان کے کیا معنیٰ ہوں گے " اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ[1] " ؟

وہ کہنے لگی کہ اس حدیث شریف میں تشریعی نبی کی نفی ہے ۔ مرزا تو غیر تشریعی نبی ہے ۔

مَیں نے کہا کہ تشریعی نبی کو تو رسول کہتے ہیں[2] ۔ اس کے علاوہ دیگر احادیث مبارکہ مثلاً

---

[1] رواہ مسلم

[2] اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میں لَا نفیِ جنس کے لیے ہے (جیسا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں) جس سے ہر قسم کی نبوّت کی نفی ہوتی ہے خواہ وہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی ، ضمنی ہو یا غیر ضمنی ، ظلّی ہو یا بروزی اس صورت میں حدیث شریف کا معنی یہ ہوگا کہ میرے بعد کسی بھی قسم کا نبی تشریعی ، غیر تشریعی ، ظلی بروزی کوئی بھی پیدا نہیں ہوگا ، اس موقع پر احقر کو حضرت مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ کا ایک واقعہ یاد آگیا ۔ موقع کی مناسبت سے ذکر کیا جاتا ہے ، حضرت مفتی صاحبؒ کے صاحبزادے مولانا حفیظ الرحمٰن واصف مرحوم رقمطراز ہیں ۔

" ایک مرتبہ راقم الحروف (واصف) ریل کے سفر میں حضرت والد ماجد کے ہمرکاب تھا جس ڈبے میں ہم دونوں تھے اسی میں دہلی کے سوداگروں میں سے دو معزز دولت مند حضرات بھی ہم سفر تھے اور ان کے قریب دو تین بھاری بھرکم قادیانی مولوی بھی بیٹھے تھے اور مرزا غلام احمد

کی صداقت اور نبوّت پر گفتگو ہو رہی تھی۔ ان میں سے ایک بڑا مولوی بڑے زور شور سے بول رہا تھا بڑا السّان اور طرّار معلوم ہوتا تھا۔ حضرت والد ماجد کچھ فاصلے پر تھے اور ان لوگوں کی گفتگو سُن رہے تھے۔ قادیانیوں کے مخاطب کبھی کبھی جواب دیتے تھے، مگر پھر لا جواب ہو جاتے تھے آخر حضرت نے فرمایا کہ میں آپ لوگوں کی گفتگو میں دخل انداز ہونا نہیں چاہتا تھا، مگر یہاں معاملہ دین کا ہے اس لیے خاموش نہیں رہ سکتا۔

میں صرف یہ پُوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ نے جو ابھی یہ فرمایا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم خاتم النبیین ہیں اور مرزا صاحب کی نبوّت سے ختم نبوّت میں کوئی نقصان واقع نہیں ہوتا۔ کیونکہ مرزا صاحب کی نبوت حضور کی ہی نبوّت کا ایک جزو اور ضمیمہ ہے تو یہ تو فرمائیے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس قول لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میں تو کسی خاص قسم کی نبوّت کی تخصیص نہیں ہے۔ مطلق نبوّت کی نفی ہے۔ ضمنی غیر ضمنی اور ظلی بروزی کی تخصیص کا ثبوت کہیں نہیں ملتا۔ لائے نفی جنس نے نبوّت کے تمام اقسام و اصناف کی نفی کر دی ہے۔ پھر بیچ میں نبوّت ضمنی کیسی؟

قادیانی مولوی نے جواب دیا کہ جس طرح سچّا خواب نبوّت کا چالیسواں حصّہ ہوتا ہے اسی طرح ضمنی نبوّت بھی ہوتی ہے اور چونکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نبوّت کا دائرہ عمل قیامت تک ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں اس لیے آپ کے ہی دین کی تجدید کے لیے نبی آ سکتا ہے اور اس سے آپ کے ختم نبوت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

حضرت مفتی اعظم نے فرمایا۔ نبوّت کا چالیسواں حصّہ اگر کسی کو عطا فرمایا جائے تو وہ شخص نبی نہیں بن جائے گا۔ انسان کی ایک انگلی کو انسان کا لقب نہیں دیا جا سکتا۔

اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم تو آپ کے دعوے کے مطابق قیامت تک کے لیے نبی ہیں پھر حضور کا یہ فرمانا کہ میرے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ قیامت کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا؟ بولیے جواب دیجیے!

فَاَجْمَلَہٗ وَ اَحْسَنَہٗ (الحدیث، بخاری و مسلم)
نیز آیت کریمہ " وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ " (پ۲۲)

حضرت نے کئی مرتبہ فرمایا۔ بولیے جواب دیجیے، مگر اُدھر ایسا سناٹا چھا گیا کہ صدائے برنخاست قادیانی اک دم مبہوت ہو گئے بالکل جواب نہ دے سکے۔

پھر فرمایا کہ آپ لوگوں کا یہ کہنا کہ حضور قیامت تک کے لیے نبی ہیں خود اس امر کا اقرار ہے کہ حضورؐ کی بعثت کے بعد نبوّت کا عہدہ کبھی کسی کو عطا نہیں کیا جائے گا۔ دوران نبوّت میں کسی اور نبی کی بعثت کے کیا معنی؟ اور اس کی ضرورت کیوں؟ بولیے جواب دیجیے! مگر صدائے برنخاست۔

قادیانیوں پر اوس پڑ گئی اور شکست خوردگی کی وجہ سے چہرے زرد اور ہونٹ خشک ہو گئے اور بالکل ساکت و صامت ہو گئے تو حضرت والد ماجد نے تقریباً ایک گھنٹے تک قادیانیت کے رد میں مسلسل تقریر کی۔

اس کے بعد دلّی کے ہم سفر حضرات نے دریافت کیا کہ حضرت آپ اپنا تعارف تو فرمائیے۔ فرمایا کہ مجھے کفایت اللہ کہتے ہیں۔ مدرسہ امینیہ کا مدرس ہوں

اس وقت کا منظر بڑا عجیب تھا۔ ڈبے کے تمام ہم سفر مسلمانوں نے بھی یہ تمام گفتگو سنی تھی۔ بہت شکریہ ادا کیا اور ان دولت مند حضرات نے کہا کہ حضرت ہم تو مذبذب ہو گئے تھے۔ آپ نے بروقت ہماری دستگیری کی اور اپنی کوتاہی پر بڑے نادم ہوئے کہ دلّی میں رہتے ہوئے ہم شرف ملاقات سے محروم تھے۔

اُدھر قادیانی مولویوں کا یہ حال تھا کہ آپس میں اِدھر اُدھر کی باتیں کرنا بھی بھول گئے تھے۔ اُس وقت غالباً راقم الحروف کی عمر تیرہ چودہ برس کی تھی۔ (اور اب غفلت و معصیت کی اٹھاون منزلیں طے ہو چکی ہیں) افسوس کہ والد ماجد کی بحث اور محققانہ تقریر نہ تو میں سمجھ سکتا تھا نہ یاد رہ سکتی تھی۔ اتنا خُوب یاد ہے کہ بحث تو کچھ زیادہ ہوئی ہی نہیں دو چار جملوں میں ہی قادیانی مولویوں کا کام تمام ہو گیا، البتّہ بعد میں تقریر خاصی طویل اور مفصل تھی۔ واقعہ کا ایک خاکہ ذہن میں محفوظ تھا جو اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں تحریر کر دیا ہے۔" (مفتئ اعظم کی یاد ص۱۴۰، ن۔د

ان سب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے بعد ہر قسم کی نبوّت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔

وہ کہنے لگی کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے بارے میں آپ کا کیا عقیدہ ہے؟

مَیں نے کہا کہ عیسٰی علیہ السّلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے شر سے بچانے کے لیے زندہ و سلامت آسمانوں پر اُٹھا لیا تھا۔ اب وہ قربِ قیامت میں نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔

وہ کہنے لگی کہ مرزا ہی عیسٰی ہے۔

مَیں نے کہا کہ مرزا قادیان میں پیدا ہُوا وہیں پرورش پائی اور وہیں زندگی گزاری جبکہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے بارے میں صحیح احادیث میں آتا ہے کہ وہ شام کے شہر دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی منارے پر نازل ہوں گے۔ عصر کی نماز کا وقت ہو گا۔ سیڑھی لائی جائے گی۔ نیچے تشریف لائیں گے، لوگ کہیں گے آپ نماز پڑھائیے وہ فرمائیں گے۔ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ (تمہارا امام تمہی میں سے ہے) پھر اُس کے بعد وہ دجال کو قتل کریں گے، شادی کریں گے۔ اُن کی وفات ہو گی۔ مدینہ منورہ میں آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پہلو میں دفن ہوں گے۔

دجال کی ساری علامات احادیث میں مذکور ہیں کہ وہ مشرق سے مغرب تک کا چکر لگائے گا بہت سے یہودی اس کے ساتھ ہو جائیں گے۔ اس کے ساتھ جنّت و جہنّم ہو گی۔ غرض بہت سی علامات گنوائی گئی ہیں۔ مرزا قادیانی میں ان میں سے ایک بات بھی نہیں پائی جاتی۔

کہنے لگی کہ وہ دجال جس کا عیسٰی علیہ السّلام مقابلہ کریں گے۔ وہ ایک سُپر پاور کے رُوپ میں ہے اور ایک آنکھ سے کانا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ حق سے آنکھ بند کیے ہُوئے ہے۔

مَیں نے جواباً کہا کہ عربی کا مسلّمہ ضابطہ ہے کہ جب تک کسی لفظ کے حقیقی معنی مراد لیے جا سکتے ہوں اس وقت تک اس لفظ کے مجازی معنی مُراد لینا جائز نہیں ہوتا، آپ کیوں اس کے حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجازی معنیٰ کی طرف جا رہی ہیں؟ نیز مرزا نے کون سی سپر پاور کا مقابلہ کیا ہے؟ بلکہ وہ تو خود انگریز کا خود ساختہ پودا تھا، انگریز کی حکومت کو رحمتِ الٰہیہ کہتا رہا اور اس کے مقابلہ میں جہاد کو حرام کہتا رہا، ساری زندگی انگریز کی وفاداری میں گزاری۔

کہنے لگی کہ وہ مہدی ہے۔

مَیں نے کہا کہ حضرت امام مہدی کے بارے میں بھی احادیث معتبر اَسناد سے مروی ہیں کہ وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے ہوں گے، والدہ کا نام آمنہ اور والد کا نام عبداللہ ہو گا۔ مدینہ منورہ کے رہنے والے ہوں گے اور اس خوف سے کہ مدینہ طیّبہ کے لوگ اُنھیں خلیفہ بننے پر مجبور نہ کریں وہاں سے مکّۂ مکرّمہ چلے آئیں گے، وہاں طواف کر رہے ہوں گے کہ اُس زمانے کے اولیاء کرام انھیں پہچان لیں گے اور غیب سے ایک آواز آئے گی "هٰذَا خَلِيْفَةُ اللهِ الْمَهْدِيُّ" (یہ اللہ کے خلیفہ مہدی ہیں) وغیرہ وغیرہ جبکہ مرزا مغل ہے۔ قادیان میں پیدا ہوا وہیں رہا، مکّۂ مکرّمہ کبھی دیکھنا بھی نصیب نہیں ہُوا نہ کسی یہودی سے اس کا مقابلہ ہُوا[1]

کہنے لگی کہ حدیث میں آتا ہے کہ مسیح موعود کی عمر چھ سو سال ہو گی۔ یعنی ان کی خلافت چھ سو سال تک رہے گی۔ اب ان کا خلیفۂ چہارم چل رہا ہے اور سب علامتیں بھی آہستہ آہستہ پوری ہوں گی۔

مَیں نے جواباً کہا کہ یہ حدیث سرے سے ثابت ہی نہیں۔

پھر اس لڑکی نے کچھ کتابیں لاکر دکھلائیں جو اس قسم کی بہت سی خرافات پر مشتمل تھیں، غرض بات چلتی رہی حتّٰی کہ آخر میں اُس نے یہ طے کیا کہ اگر حضرت عیسٰی علیہ السّلام اور امام مہدی علیہ السّلام کے بارے میں پیش کردہ احادیث اصل کتابوں سے باحوالہ دکھا دی جائیں اور قادیانیوں کی طرف سے چھاپے گئے ایک پمفلٹ "ختمِ نبوت اور بزرگانِ اُمّت" کا جواب دے دیا جائے تو مَیں قادیانیت سے تائب ہو کر مسلمان ہو جاؤں گی، ہم نے اس کی حامی بھر لی اور کہا کہ ہم اس کے لیے تیار ہیں۔ رات کے بارہ بج چکے تھے۔ اس لیے ہم واپس چلے آئے، ہم نے اس لڑکی کے والد سے یہ بات کی کہ لڑکی تائب ہو یا نہ ہو آپ نے اس کا رشتہ اب اُس لڑکے سے نہیں کرنا لڑکی کے والد صاحب نے اس سے اتّفاق کیا۔ صُبح کو مَیں اپنی کتابیں دیکھنے لگا کہ قادیانیت کے بارے میں کوئی کتاب ہو تو اس کا مطالعہ کروں اُن کے متعلّق مستقل کتاب تو کوئی نہ ملی البتّہ "انوارِ مدینہ" میں (جو ہمارے جامعہ کا ماہانہ رسالہ ہے) گزشتہ پانچ ماہ سے حضرت اقدس مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی کتاب

---

[1] حضرت امام مہدی کے بارے میں آتا ہے کہ اُن کے زمانے میں دُنیا میں انصاف کا دَور دَورہ ہوگا ہر جگہ امن وسکون ہوگا، ہر جگہ برکتوں کا ظہور ہوگا، جبکہ مرزا کے زمانے میں انصاف کا خون ہوتا رہا۔ ہر جگہ فتنہ و فساد برپا رہا بہت سے شہر قحط سالی کا شکار رہے اور لوگ فاقوں سے مرتے رہے۔ ن - د

"الخلیفة المھدی فی الاحادیث الصحیحة" مع ترجمہ کے شائع ہو رہی تھی۔ میں نے وہ سارے شمارے لاکر قاری صاحب کو دیئے کہ یہ اُس لڑکی کو پہنچا دیں، اور میں جامعہ چلا آیا۔ یہاں میں نے اپنے استاذِ محترم مولانا نعیم الدین صاحب سے اس بات کا تذکرہ کیا تو وہ بھی بہت فکر مند ہوئے اور اس سلسلہ میں ہر طرح سے میری معاونت کی، میں نے اُن سے کہا کہ عشاء کے بعد اس لڑکی سے فیصلہ کن بات ہونی ہے آپ بھی چلیں۔ اوّلاً تو اُنہوں نے کہا کہ میں تمہیں تیاری کروا دیتا ہوں، لہٰذا بات تم خود ہی کرو، لیکن جب میں نے اصرار کیا تو آپ نے چلنے کی حامی بھر لی، چنانچہ آپ میرے ساتھ عشاء کے بعد مکتبہ سے سیدھے گھر تشریف لائے کھانے وغیرہ سے فارغ ہوکر ہم قاری صاحب کی معیت میں حسبِ وعدہ اُن صاحب کے گھر پہنچے گھنٹی بجائی تو وہ صاحب باہر آئے اور بڑی خوشی سے ملے اور میرے ہاتھ میں کتابیں دیکھ کر کہنے لگے کہ اب ان کی ضرورت نہیں وہ تو رات ہی کو ساری بات سمجھ گئی تھی اور مان گئی تھی، مزید آپ کی صبح کی بھیجی ہوئی کتابوں سے اس کو تسلّی ہوگئی۔ اب وہ مطمئن ہے اب صرف اس کو مشرف بہ اسلام کر دیجیے۔ ہمیں اس کے والد سے یہ خوشخبری سن کر بہت خوشی ہوئی۔ ہمیں اُن صاحب نے بیٹھک میں بٹھایا اور وہ صاحب مع اپنے کنبہ کے بیٹھے، استاذِ محترم نے انتہائی جامع الفاظ میں مختصر طور پر اور مشفقانہ انداز میں بات فرمائی۔ مضمون کی طوالت کے خوف سے اُن کا پورا بیان تو نہیں لکھتا مختصراً یہ کہ آپ نے پہلے عقیدہ کے مدارِ نجات ہونے کا ذکر کیا، پھر موجودہ پُرفتن دَور میں عقیدہ کی حفاظت کی اہمیت بیان کر کے فتنۂ مرزائیت پر تفصیل سے بات فرمائی جس میں یہ نکتہ خاص طور پر سامنے رکھا کہ ہمیں حیات عیسٰی اور ختم نبوّت کی تشریح جو کہ علمی باتیں ہیں اُن سے صرفِ نظر کرتے ہوئے پہلے اس بات کو سمجھنا چاہیے کہ کتاب و سُنّت سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی شخصیّت کے پہچاننے کا معیار اس شخصیّت کے حالاتِ زندگی ہُوا کرتے ہیں۔ چنانچہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کفّارِ مکّہ کے سامنے اپنی زندگی کو پیش کر کے فرمایا تھا۔ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔ دیکھو میں دعوائے نبوّت سے پہلے تم میں اپنی زندگی کا ایک طویل ترین حصّہ گزار چکا ہوں (میرے سارے حالات تم پر کھلے ہوئے ہیں) ان حالات کو جاننے کے باوجود بھی تم نہیں سمجھتے (تو تم پر حیرت ہے) ہمیں اس معیار کے مطابق علمی بحثوں کو چھوڑ کر مرزا صاحب کے حالات زندگی دیکھنے چاہییں، چنانچہ جب ہم اُن کے حالات زندگی کا جائزہ لیتے ہیں تو ان کا نبی یا مہدی و مسیح یا مجدّد ہونا تو بہت دُور رہا اُن کا معمولی درجہ کا مسلمان ہونا بھی نظر نہیں آتا وجہ یہ ہے کہ وہ جھُوٹ بولنے کے عادی تھے جھوٹے دعوے اور جھوٹی

لے ماہنامہ انوارِ مدینہ کی پانچ قسطوں سے جن میں حضرت مدنی علیہ الرحمہ کی کتاب مع ترجمہ کے شائع ہوئی تھی۔ (ن۔د)

پیشگوئیاں کرنا ان کے لیے معمولی بات تھی، وہ دھوکہ[۲] دینے سے بھی گریز نہیں کرتے تھے، چنانچہ انھوں نے براہینِ احمدیہ کی پچاس جلدیں لکھنے کے لیے مریدوں سے چندہ لیا اور صرف چار لکھ کر بس کر دیا، جب اُن کے مریدوں نے مزید کا تقاضا کیا تو پانچویں جلد لکھ کر اُن سے کہا کہ پانچ سے پہلے صفر لگاؤ پچاس ہو جائے گا۔ وہ گالیاں[۳] دینے کے عادی تھے، اُنھوں نے اپنے مخالفین کو ایسی ایسی غلیظ گالیاں دی ہیں کہ کسی بازاری آدمی سے بھی اُن کا تصوّر نہیں کیا جا سکتا۔ مگر[۴] مرزا صاحب نے اللہ تعالیٰ کی سخت توہین کی ہے اسی[۵] پر بس نہیں، اُنھوں نے جناب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اور دیگر انبیاء و صالحین کی بھی توہین کی ہے اور نہایت نازیبا کلمات سے اُن کا تذکرہ کیا[۶] قرآن[۷] و حدیث کے معانی و مفہوم میں تحریف کی ہے وغیرہ وغیرہ۔

دیکھیے یہ ایک کتاب مرزا صاحب کے حالاتِ زندگی پر میں ساتھ لایا ہوں یہ اُن کے بیٹے مرزا بشیر احمد نے لکھی ہے اور اس کا نام "سیرت المہدی" ہے۔ اس میں سے چند مقامات میں جناب کو پڑھ کر سُناتا ہوں۔

مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں

"بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو پہلی دفعہ دورانِ سر اور ہسٹیریا کا دَورہ بشیر اوّل . . . کی وفات کے چند دن بعد ہُوا تھا۔"[۱]

موصوف آگے لکھتے ہیں

"ڈاکٹر میر محمدؐ اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مَیں نے کئی دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام سے سُنا ہے کہ مجھے ہسٹیریا ہے بعض اوقات آپ مراق بھی فرمایا کرتے تھے۔"[۲]

ان حوالوں سے معلوم ہُوا کہ مرزا صاحب ہسٹیریا اور مراق کے مریض تھے، آپ جانتی ہیں کہ ایسے مریض کی دماغی کیفیّت کیا ہوتی ہے اور اس سے کیسی کیسی حرکتیں سرزد ہوتی ہیں۔ چنانچہ اس کے چند

---

[۱] سیرت المہدی ج ۱ ص ۱۶ [۲] سیرت المہدی ج ۲ ص ۵۵

نمونے اسی کتاب سے میں آپ کو پڑھ کر سُناتا ہوں، دیکھیے مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں۔

"ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اپنی جسمانی عادات میں اتنے سادہ تھے کہ بعض دفعہ جب حضور جراب پہنتے تھے تو بے توجہی کے عالم میں اس کی ایڑی پاؤں کے تلے کی طرف نہیں بلکہ اُوپر کی طرف ہو جاتی تھی اور بارہا ایک کاج کا بٹن دوسرے کاج میں لگا ہُوا ہوتا تھا اور بعض اوقات کوئی دوست حضور کے لیے گرگابی ہدیۃً لاتا تو آپ بسا اوقات دایاں پاؤں بائیں میں ڈال لیتے تھے اور بایاں دائیں میں، چنانچہ اسی تکلیف کی وجہ سے آپ دیسی جوتی پہنتے تھے، اسی طرح کھانا کھانے کا یہ حال تھا کہ خود فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں تو اس وقت پتہ لگتا ہے کہ کیا کھا رہے ہیں کہ جب کھاتے کھاتے کوئی کنکر وغیرہ کا ریزہ دانت کے نیچے آجاتا ہے"۔[1]

ڈاکٹر اسماعیل تو اسے عقیدت میں مرزا صاحب کی جسمانی سادگی سے تعبیر کر رہے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ مرزا صاحب کی اُسی دماغی کیفیّت کے اثرات ہیں کہ اُن سے صحیح طرح جراب پاؤں میں نہیں ڈالی جاتی اُنھیں اُلٹے سیدھے جوتے کا پتہ نہیں چلتا اسی طرح انھیں یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ کھا کیا رہے ہیں۔

مرزا صاحب کے ایک مرید معراج الدّین عمر قادیانی مرزا صاحب کے حالات میں لکھتے ہیں کہ

"آپ کو میٹھا کھانے کا بہت شوق تھا اور مرض بول بھی آپ کو عرصہ سے لگی ہوئی تھی تو گُڑ کے ڈھیلے اور مٹی کے ڈھیلے ایک ہی جیب میں رکھتے تھے کیونکہ پیشاب آپ کو کثرت سے آتا، ڈھیلے استعمال کرنے کی نوبت پیش آتی، کبھی کبھی آپ گُڑ سے استنجا کر لیتے اور مٹی کے ڈھیلے کھا لیتے تھے"۔[2]

اور سُنیے مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں

"کپڑوں کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ کوٹ، صدری، ٹوپی، عمامہ رات کو اُتار کر تکیہ کے نیچے ہی رکھ لیتے اور رات بھر تمام کپڑے جنہیں محتاط لوگ شکن اور

---

[1] سیرت المہدی ج ۲ ص ۵۸ [2] مرزا صاحب کے حالات مرتبہ معراج الدین عمر قادیانی تتمہ براہین احمدیہ ج ۱ ص ۶۷

میل سے بچانے کو الگ الگ جگہ کھونٹی پر ٹانگ دیتے ہیں وہ بستر پر سر اور جسم کے نیچے مَلے جاتے اور صُبح کو ان کی ایسی حالت ہو جاتی کہ اگر کوئی فیشن کا دلدادہ اور سلوٹ کا دُشمن اُن کو دیکھ لے تو سر پیٹ لے۔"[1]

غور کیجیے مرزا صاحب کی یہ تو حالت تھی اور دعوے تھے۔ مہدیت مسیحیت اور نبوّت کے اسے ہم مالیخولیائی کیفیات کے اثرات نہ کہیں تو اور کیا کہیں، ایسا شخص نبی و مہدی تو بہت دُور رہا معمولی درجہ کا بزرگ کہلانے کا مستحق بھی ہو سکتا ہے ؟

مرزا صاحب کو افیون مرغوب تھی۔ اسی لیے وہ اس کی تعریف کرتے تھے اور ہینگ والی دوائیاں کھاتے تھے، چنانچہ مرزا بشیر احمد ڈاکٹر اسماعیل کے حوالے سے مرزا صاحب کی دوائیوں کی فہرست لکھتے ہُوئے جن میں ہینگ بھی شامل ہے رقمطراز ہیں۔

"فرمایا کرتے تھے کہ ہینگ غرباء کی مُشک ہے اور فرماتے تھے کہ افیون میں عجیب و غریب فوائد ہیں اسی لیے اسے حکماء نے تریاق کا نام دیا ہے ان میں سے بعض دوائیں اپنے لیے ہوتی تھیں اور بعض دوسرے لوگوں کے لیے۔"[2]

مرزا صاحب کو قرآن کی بڑی سورتیں تک یاد نہ تھیں چنانچہ مرزا صاحب کے صاحبزادے لکھتے ہیں۔

"ڈاکٹر میر محمدؐ اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو قرآن مجید کے بڑے بڑے مسلسل حصّے یا بڑی بڑی سورتیں یاد نہ تھیں۔ بے شک آپ قرآن کے جملہ مطالب پر مگر حفظ کے رنگ میں قرآن شریف کا اکثر حصّہ یاد نہ تھا۔"[3]

مرزا صاحب کی یہ حالت تھی کہ اُن سے رمضان کے روزے رکھنا مشکل تھا، وہ روزہ رکھنے کے بجائے فدیہ دیا کرتے تھے۔

---

[1] سیرت المہدی ج ۲ ص ۱۲۸
[2] سیرت المہدی ج ۳ ص ۴۴
[3] سیرت المہدی ج ۳ ص ۴۴

مرزا بشیر احمد صاحب لکھتے ہیں۔

"بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دَورے پڑنے شروع ہوئے تو آپ نے اس سال سارے رمضان کے روزے نہیں رکھے اور فدیہ ادا کر دیا۔ دوسرا رمضان آیا تو آپ نے روزے رکھنے شروع کیے مگر آٹھ نو روزے رکھے تھے کہ پھر دورہ ہوا اس لیے باقی چھوڑ دیے اور فدیہ ادا کر دیا اس کے بعد جو رمضان آیا تو اس میں آپ نے دس گیارہ روزے رکھے تھے کہ پھر دَورہ کی وجہ سے روزے ترک کرنے پڑے اور آپ نے فدیہ ادا کر دیا اس کے بعد جو رمضان آیا تو آپ کا تیرھواں روزہ تھا کہ مغرب کے قریب آپ کو دَورہ پڑا اور آپ نے روزہ توڑ دیا اور باقی روزے نہیں رکھے۔ اور فدیہ ادا کر دیا۔"[۱] الخ

مرزا صاحب نے زندگی بھر نہ حج کیا نہ اعتکاف کیا نہ زکوٰۃ دی دیکھیے۔ مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں۔

"ڈاکٹر میر محمدؐ اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حج نہیں کیا، اعتکاف نہیں کیا، زکوٰۃ نہیں دی، تسبیح نہیں رکھی۔"[۲]

غور کیجیے کیا مہدی و مسیح کی یہی شان ہوتی ہے؟

مرزا صاحب کی نماز کا حال سُنیں اُن کی نماز کیسی تھی۔ مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں۔

"ڈاکٹر میر محمدؐ اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت صاحب کو سخت کھانسی ہوئی ایسی کہ دم نہ آتا تھا، البتہ مُنہ میں پان رکھ کر قدرے آرام معلوم ہوتا تھا، اُس وقت آپ نے اس حالت میں پان مُنہ میں رکھے رکھے نماز پڑھی تاکہ آرام سے پڑھ سکیں۔"[۳]

---

[۱] سیرت المہدی ج ۱ ص ۶۵　　[۲] سیرت المہدی ج ۲ ص ۱۱۹

[۳] سیرت المہدی ج ۳ ص ۱۰۳

مرزا بشیر احمد مزید لکھتے ہیں۔

"ڈاکٹر میر محمدؐ اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ کسی وجہ سے مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نماز نہ پڑھا سکے، حضرت خلیفۃ المسیح اوّل بھی موجود نہ تھے، تو حضرت صاحب نے حکیم فضل الدین صاحب مرحوم کو نماز پڑھانے کے لیے ارشاد فرمایا، اُنھوں نے عرض کیا کہ حضور تو جانتے ہیں کہ مجھے بواسیر کا مرض ہے اور ہر وقت ریح خارج ہوتی رہتی ہے میں نماز کس طرح سے پڑھاؤں؟ حضور نے فرمایا حکیم صاحب آپ کی اپنی نماز باوجود اس تکلیف کے ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اُنھوں نے عرض کیا، ہاں حضور، فرمایا کہ پھر ہماری بھی ہو جائے گی آپ پڑھایئے"[1]

ملاحظہ فرمایئے؟ کیا مہدی و مسیح کی نماز کی یہی شان ہوتی ہے۔

مرزا صاحب کو غیر محرم خاتون سے خدمت لینے اور تنہائی میں رہنے سے بھی عار نہ تھا، چنانچہ مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں۔

"ڈاکٹر سیّد عبدالستّار شاہ صاحب نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ مجھ سے میری لڑکی زینب بیگم نے بیان کیا کہ میں تین ماہ کے قریب حضرت اقدس علیہ السّلام کی خدمت میں رہی ہوں گرمیوں میں پنکھا وغیرہ اور اسی طرح کی خدمت کرتی تھی۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ نصف رات یا اس سے زیادہ مجھ کو پنکھا ہلاتے گزر جاتی تھی، مجھ کو اس اثنا میں کسی قسم کی تھکان و تکلیف محسوس نہیں ہوتی تھی، بلکہ خوشی سے دِل بھر جاتا تھا، دو دفعہ ایسا موقعہ آیا کہ عشاء کی نماز سے لے کر صُبح کی اذان تک مجھے ساری رات خدمت کرنے کا موقعہ ملا، پھر بھی اس حالت میں مجھ کو نہ نیند نہ غنودگی اور نہ تھکان معلوم ہوئی بلکہ خوشی اور سرور پیدا ہوتا تھا، اسی طرح جب مُبارک احمد صاحب بیمار ہوئے تو مجھ کو اُن کی خدمت کے لیے بھی اسی طرح کئی راتیں گزارنی پڑیں۔"[2]

---

[1] سیرت المہدی ج ۳ ص ۱۱۱
[2] سیرت المہدی ج ۳ ص ۲۷۳

یہ تو تھے مرزا صاحب کی زندگی کے مختصر حالات جو اُن کے صاحبزادے کی لکھی ہُوئی کتاب میں درج ہیں، اب اسی کتاب کے حوالے سے مرزا صاحب کی موت کی حالت بھی سُن لیں، مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں۔

"اتنے میں آپ کو ایک اور دست آیا، مگر اب اس قدر ضعف تھا کہ آپ پاخانہ نہ جا سکتے تھے، اس لیے مَیں نے چارپائی کے پاس ہی انتظام کر دیا اور آپ وہیں بیٹھ کر فارغ ہُوئے اور پھر اُٹھ کر لیٹ گئے اور مَیں پاؤں دباتی رہی، مگر ضعف بہت ہوگیا۔ اس کے بعد ایک اور دست آیا اور پھر آپ کو ایک قے آئی، جب آپ قے سے فارغ ہو کر لیٹنے لگے تو اتنا ضعف تھا کہ آپ لیٹتے لیٹتے پشت کے بل چارپائی پر گر گئے اور آپ کا سر چارپائی کی لکڑی سے ٹکرایا اور حالت دگرگوں ہوگئی"۔[1]

اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ مرزا صاحب ہیضہ کے مرض میں اور ایسی بُری حالت میں مرے تھے، العیاذ باللہ۔

استاذ محترم مولانا نعیم الدین صاحب بڑے تسلسل کے ساتھ یہ حوالے اس لڑکی اور اس کے گھر والوں کو سُنا رہے تھے اور وہ سب یہ حوالے حیرت سے سُنتے جاتے تھے اور مرزا پر لعنت بھیجتے جاتے تھے، آخر میں استاذ محترم نے اس لڑکی سے پُوچھا کہ اب آپ کا کیا خیال ہے؟ وہ بولی کہ اب میری تسلّی ہوگئی ہے، مجھے قطعًا ان باتوں کا علم نہیں تھا مَیں مرزائیت سے رجوع کرتی ہوں، اس کے بعد اُستاذ محترم نے اس لڑکی کو مشرف بہ اسلام کیا اور اس سے وعدہ لیا کہ وہ آئندہ ختم نبوّت کی مبلغہ بنے گی اور چند کتابیں ہدیۃً دیں اور آخر میں دُعا فرمائی، ہم لوگ خوشی خوشی ان کے گھر سے واپس آئے، اس لڑکی کے والدین اور بھائیوں نے ہمارا انتہائی شکریہ ادا کیا، اس سارے واقعہ کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ والدین اپنی اولاد کی طرف توجّہ دیں اور انھیں ایسی آزادی نہ دیں جس سے اُن کے اخلاق خراب ہونے کے ساتھ ساتھ دین بھی برباد ہو جائے۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

---

[1] سیرت المہدی ج ۱ ص۱۱

حکیم محمد سعید حسن دہلوی (مرحوم)

کنوینر طبیہ کالج لاہور

حکیم محمدؐ سعید حسن دہلوی مرحوم موجودہ دَور کے حاذق حکما میں سے تھے، جامعہ کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق تھا۔ ۱۲؍رجب المرجب ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۳؍نومبر ۱۹۹۷ء آپ کا انتقال ہوگیا۔ اِنّا للّٰہ و اِنّا الیہ راجعون ذیل میں آپ کے مختصر حالات پیش کیے جارہے ہیں۔ (ادارہ)

شہنشاہِ ہندوستان، سلطان شہاب الدین شاہجہان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دَور ہمایونی میں جب شہر دہلی تعمیر کرایا تو اُنھوں نے بخارا کے نجیب الطرفین سادات میں سے اہل علم و کمال علماء اور حکماء کو ترغیب دلاکر دہلی آنے کی دعوت دی اس طائفے میں حکیم محمدؐ سعید حسن کے اجداد بھی دہلی آکر آباد ہُوتے۔ آپ کے بزرگ سیّد باقر حسن بُخاری کا بحیثیّت شاہی طبیب اور شہزادہ اورنگ زیب کے اتالیق کے طور پر انتخاب عمل میں آیا۔ اس کے بعد آپ کے بزرگوں کا تعلق ہمیشہ لال قلعہ دہلی سے ۱۸۵۷ء تک قائم رہا۔

شجرہ کی رو سے آپ حسنی سیّد ہیں۔ یہ خاندان اطبا کا خاندان ہے، لیکن اس خاندان نے طب کو منفعت کا ذریعہ نہ بنایا۔ ہمیشہ خدمتِ خلق میں مصروف رہے۔ ذریعہ معاش تجارت جواہرات رہا۔ ۱۸۵۷ء میں تحریک آزادی ہند (جس کو فرنگیوں نے غدر کا نام دیا۔) کے دوران دار و گیر میں آپ کے بہت سے عزیز شہید اور معتوب ہوتے۔

حکیم حافظ حاجی محمد شریف حسن جوہری کے گھر میں آپ ۱۳۳۳ ہجری میں پیدا ہُوئے۔ آپ کا تاریخی نام "محمد سعید حسن مدظلہ" (۹۲ + ۱۴۴ + ۱۱۸ + ۹۷۹ = ۱۳۳۳ھ ہے)۔

آپ کی تربیت دینی ماحول میں ہُوئی۔ خاندانی تعلیم کے علاوہ مروجہ تعلیم بی اے، اینگلو عربک کالج دہلی سے پاس کیا اور طبی تعلیم کی تکمیل جامعہ طبیہ کالج دہلی سے کی۔ بعد ازاں ملک کے نامور اور مستند الاطباء

کرام، بابائے طب حکیم فرید احمد عبّاسی صاحب۔ حکیم محمد الیاس صاحب۔ حکیم ذوالفقار علی صاحب اور لقمان الملک حکیم عبدالوہاب انصاری (حکیم نابینا صاحب) سے اکتساب فیض کیا۔

حصول علم کے شوق میں علم جفر، علم نجوم، علم الاحجار، علم الصنعت اور فنونِ سپاہ گری میں ہمیشہ دلچسپی لی۔ نیز رفاہی اور فلاحی امور میں خاص طور پر منہمک رہے۔

عنفوانِ شباب ہی سے آپ تحریکِ پاکستان سے منسلک رہے اور تبادلہ آبادی کے دوران ۱۹۴۷ء میں لاہور منتقل ہوئے۔ دورانِ سفر بیاس کے مقام پر سکھوں نے بیش بہا املاک اور زر و جواہر لوٹ لیے اور کئی عزیزوں نے شہادت پائی۔ آپ کو تحریکِ پاکستان میں عظیم خدمات کے اعتراف میں گولڈ میڈل سے نوازا گیا ہے۔

لاہور میں آپ انار کلی میں ایبک روڈ پر زم زم دواخانہ کے نام سے مطب کر رہے تھے تادم تحریر آپ کو مطب کرتے ہوئے ۶۵ سال ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دست شفا عطا فرمایا ہے علمی اور سماجی حلقوں میں معروف ہیں۔ پنجاب طبی کانفرنس کے جنرل سیکرٹری، انجمن حمایت اسلام کی کونسل کے رُکن اور طبیہ کالج لاہور کے کنوینر (سیکرٹری) ہیں۔ علاوہ ازیں کئی دیگر اداروں سے وابستہ تھے۔

آپ نے اپنے صاحبزادے حکیم سیّد لیاقت سعید کی معیت میں عرصہ ہوا منشیات کا کامیاب علاج دریافت کیا اور صوبہ پنجاب کے ۳۰۰ اطبا کو اس کی تربیت دی ہے۔ اس کے علاج کو ملکی اور بیرون ملک سطح پر سراہا گیا ہے۔ اور سینکڑوں مریض اس عذاب سے نجات پا چکے ہیں۔ آپ کی دلی خواہش تھی کہ لاہور میں ایک زنانہ طبیہ کالج قائم کیا جائے۔

حضرت مدنیؒ — مولانا عبیداللہ سندھیؒ

ردِّ عمل اور جواب

اکتوبر کے ماہنامہ انوارِ مدینہ میں حضرت مولانا عبیداللہ ——— سندھی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے بارے میں حضرت شیخ العرب والعجم مولانا السیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک مضمون شائع کیا گیا تھا۔ بعض حضرات کی طرف سے اس مضمون کی اشاعت پر ناگواری کا اظہار کیا گیا خاص طور پر عزیزم حافظ تنویر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ خط انتہائی جذباتی ردِّ عمل ظاہر کیا اور اصرار کیا کہ اُن کا خط بھی انوارِ مدینہ میں شائع کیا جائے اُنکے اخلاقی دباؤ اور اصرار پر ہم ان کا خط اور اس کا جواب شائع کر رہے ہیں، مگر اُن کے خط کے مندرجات سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ اُمید ہے کہ بندہ کی جانب سے حافظ صاحب کے خط کے جواب سے اُنکے اور دیگر حضرات کے ذہنی اشکالات بہت حد تک رفع ہوجائیں گے اور بالکلیہ ہی رفع ہوجائیں تو اللہ کے فضل سے کچھ بعید نہیں۔ وہو المستعان۔ محمود میاں غفرلہٗ

سیّدنا المحترم حضرت مولانا محمود میاں صاحب مدظلہم العالی

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

اُمّید ہے کہ آپ بمع متعلقین خیریت سے ہوں گے۔

ماہ نامہ "انوارِ مدینہ" اکتوبر کا شمارہ ملا۔ حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ پر حضرت امام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا مضمون پڑھا۔ یہی مضمون سال گزشتہ "البلاغ" کراچی میں بھی چھپا۔ وہ مضمون میری نظر سے نہیں گزرا تھا، لیکن سُنا ہے کہ وہ بھی مولانا عاشق الٰہی صاحب مدظلہم نے مدینہ طیبہ سے مولانا محمد تقی عثمانی کو بھیجا تھا۔ یہی عثمانی صاحب ہیں جنھوں نے حضرت مدنیؒ کے عمل نفل نماز (تہجد) با جماعت کے خلاف فتویٰ دیا تھا۔ حضرت مدنیؒ کا درجہ امامت وفقاہت ان سے یقیناً بڑھ کر تھا اور میرے نزدیک تو حضرت امام مدنیؒ امامت کے بلند ترین منصب پر فائز تھے۔ مولانا عثمانی صاحب نے مولانا سندھیؒ کے خلاف اپنے دل کا بغض نکالنے کے لیے مضمون بھی استعمال کیا تو حضرت مدنیؒ کا۔ وہ اس سے پہلے بھی "البلاغ" میں مولانا سندھیؒ کے خلاف لکھ چکے ہیں۔ یہ بات تو طے ہے کہ جماعت شیخ الہندؒ میں حضرت مدنیؒ، حضرت

سندھی رح وغیرہ کا شمار ہوتا ہے۔ حکیم الاُمّت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ یا ان کے متوسلین کا کسی صُورت جماعت شیخ الہند رح میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ وہ ایک الگ خانوادۂ علم و تصوف ہے سیاست سے اس کا اس کا تعلّق نہیں۔

مولانا عاشق الٰہی صاحب کا احترام ہمارے دل میں مولانا تقی عثمانی سے کم نہیں، ہم اُن کے کاموں کی بھی قدر کرتے ہیں، لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ یہ بحث ان کا موضوع نہیں اور اس مسئلے کے مختلف پہلوؤں پر اُن کی بالکل کوئی نظر نہیں۔ حضرت مدنی رح کا یہ بیان ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۹۴۵ء کا ہے اور حضرت امام مدنی رح کی خود نوشت "نقشِ حیات" حضرت رح کی زندگی میں ۱۹۵۳ء میں شائع ہوئی نقش حیات میں علّامہ سندھی رح کا ذکر ص ۵۵۳ سے ص ۶۰۰ تک ہے (مطبوعہ دار الاشاعت کراچی) حضرت رح نے ان کے بارے میں کہیں ایسی بات ذکر نہیں فرمائی۔ اب آپ غور فرمایئے کہ نقشِ حیات میں مولانا سندھی رح کے ذکر پر اعتبار کیا جائے گا یا مولانا عاشق الٰہی صاحب کے مراسلے پر؟ ۴۴، ۵۴ء ہی میں مولانا سندھی رح کی ذاتی ڈائری سندھ ساگر اکیڈمی (لاہور) سے شائع ہوئی اس پر امام مدنی رح کے قلم سے پیش لفظ ہے۔ اس میں حضرت رح نے مولانا سندھی رح کے افکار، سیرت اور خدمات کا مداحانہ تذکرہ فرمایا ہے۔ یہ بھی محولہ مضمون کے بعد کی تحریر ہے۔ ان دونوں تحریروں میں حضرت نے اسلافِ دیوبند کے مسلک سے مولانا سندھی رح کی روگردانی کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اب آپ ہی فرمایئے مولانا سندھی رح کے باب میں حضرت مدنی رح کی کن تحریروں کا حوالہ درست سمجھا جائے گا؟ مدینہ اخبار میں مطبوعہ مضمون کا یا نقشِ حیات اور مولانا سندھی رح کی ذاتی ڈائری پر حضرت رح کی یادگار تحریر کا؟

آپ اور آگے بڑھیے،

۱۔ آپ یہ بتایئے کہ حضرت شیخ الاسلام رح کے افکار کی ترجمانی اور خاص محولہ بالا مضمون کی تعبیر و تشریح کے باب میں اگر آپ کے سامنے حضرت مولانا اسعد مدنی مدظلہ، اور مولانا محمد تقی عثمانی کے آرا پیش کر دیے جائیں تو آپ کے نزدیک کس کی تعبیر و تشریح دُرست اور قابلِ قبول ہوگی؟ کیا آپ کی نظر سے مولانا اسعد مدنی کا رسالہ "ایک خود ساختہ داستان حقائق کے آئینے میں" گزرا ہے؟ اس کا موضوع مولانا سندھی، ان کی سیرت و خدمات، افکار و عقائد اور بعض بزرگان دیوبند کا اُن کے بارے میں رویہ ہی ہے۔

۲۔ آپ اس بات پر بھی غور کیجیے اور بتایئے کہ اگر آپ کے سامنے کسی باب میں بلکہ مولانا سندھیؒ کے مسئلے ہی میں ایک رائے تقی عثمانی صاحب کی رائے اور ایک رائے آپ کے والدِ ماجد مولانا سیّد حامد میاں اور آپ کے دادا گرامی مرتبت حضرت مولانا سیّد محمدؒ میاںؒ کی رائے تو آپ کس رائے کو ترجیح دیں گے؟ آپ کو اپنے بزرگوں کی آرا اور دادا حضرت کی تحریرات کا تو علم ہوگا ہی! کیا ان حضرات نے ایسی کوئی بات کسی موقع پر فرمائی ہے؟

۳۔ مولانا تقی عثمانی صاحب نے پہلے یہ رائے خود چھاپی، دوسرے دینی رسائل کو چھاپنے کی ترغیب دی۔ اب آپ کو انھوں نے یہ رائے بھجوائی ہے اور آپ نے اسے چھاپ بھی دیا ہے تو ظاہر ہے کہ ان کے اور آپ کے پیشِ نظر تو حضرت شیخ الاسلام کا علمؒ، تقویٰ اور تدین اور اس بناء پر حضرت مدنیؒ کی رائے کی اہمیت تھی، تو اگر تقی عثمانی صاحب اور آپ حضرت مدنیؒ کی رائے سے ایسے ہی مطمئن اور اپنے عمل میں مخلص ہیں تو

(الف) انہیں مولانا حسین احمد مدنیؒ نے تھانوی سیاست کا کلیتہً رد کیا ہے۔ حضرت کے متعدّد خطوط میں ان پر تنقید آئی ہے اور تھانہ بھون کے فتویٰ کی حقیقت کے عنوان سے ایک رسالہ موجود ہے۔

(ب) انہیں متدین، صائب الرائے اور صاحبِ علم و تقویٰ حضرت مدنیؒ نے حضرت علّامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے بارے میں فرمایا تھا کہ مجھے ان کے ایمان کے بارے میں شک ہے۔

(ج) اور انہیں حضرت مدنی نے جنھیں آپ نے مولانا سندھیؒ کی رائے کے رَد کے لیے استعمال کیا ہے۔ حضرت مفتی محمدؐ شفیع دیوبندیؒ کے لیے لکھا ہے کہ انھوں نے جعل و تلبیس سے کام لیا ہے۔

اگر تقی عثمانی صاحب کے نزدیک حضرت شیخ مدنیؒ کی رائے واقعی حق و صواب ہے تو کیا یہ بات شطر و شر پر مبنی نہیں کہ ہمارے ایک بزرگ کو دوسرے بزرگ کے خلاف تو استعمال کریں اور اس کے حق میں اخبار مدینہ سے بھی توثیق حاصل کرلیں، لیکن اس شیخ وقت حضرت مدنیؒ کی رائے ان بزرگوں کے خلاف اپنی اصابت و اہمیّت کھودے؟ کیا حضرت تقی عثمانی صاحب اور آپ اس کے لیے تیّار ہیں کہ حضرت مدنیؒ کی رائے حضرت تھانوی اور عثمانی اور مفتی شفیع (رحمہم اللہ علیہم) کے بارے میں حق و صواب تسلیم کرلیں۔ ہم حضرت کی رائے مولانا سندھی مرحوم کے بارے میں صحیح مان لیں گے۔

جناب تقی عثمانی صاحب نے مولانا سندھی کے خلاف حضرت مدنیؒ کا مضمون تو تلاش کر لیا

لیکن اُنھیں اپنے شیخ الشیوخ حضرت حکیم الامّتؒ کا بیان القاسم ۱۹۱۱ء میں نظر نہیں آیا، جس میں آنھوں نے مولانا سندھیؒ کو صاحب تصرف اور اپنے حسن بیان اور کمال خطابت کو مولانا سندھیؒ کی توجہ سامی کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ مانا کہ ۱۹۱۱ء کے بعد اس رائے پر ایک طویل عہد گزر گیا، لیکن حضرت تھانویؒ نے اپنے بعض دوسرے بیانات و فتاوٰی سے رجوع فرما لیا تھا۔ اس سے تو رجوع نہیں فرمایا تھا، لیکن اگر حضرت عثمانی صاحب موصوف فرمادیں کہ اُنھوں نے رجوع فرما لیا تھا تو ہم اس حوالے سے استدلال ترک کر دیں گے۔

شرافت تو یہ تھی کہ وہ مولانا سندھیؒ اور ان کے افکار کی تردید کے لیے اپنے بزرگوں کے اقوال و آرار کا حوالہ دیتے نہ کہ حضرت مدنیؒ کے کسی بیان سے ان کی تردید فرماتے جنھیں ان کے برادر گرامی مرتبت مفتی محمدّ رفیع عثمانی آج بھی اپنی مسندِ حدیث پر بیٹھ کر ہندو کا ایجنٹ اور کانگریس اور گاندھی کا مقلد قرار دیتے ہیں اور مولانا اسعد مدنی کا ذکرِ خیر ان کی زبان پر آیا تو اس طرح کہ "کانگریس کے ایجنٹ کا بیٹا آیا ہے"

آپ نے مضمون چھاپا ہے تو آپ نے ان مسائل کا تعیّن بھی کر لیا ہو گا جن میں مولانا سندھیؒ نے اپنے دیوبندی بزرگوں کے مسلک سے انحراف کیا ہوگا۔ اپنی تحقیق و معلومات سے ہمیں بھی استفادے کا موقع دیجیے اور ایک ایسا تحقیقی مقالہ شائع کیجیے کہ اس میں دیوبندی بزرگوں کے عقائد اور مولانا سندھیؒ کے عقائد کا موازنہ ہو جائے اور حضرت شیخ مدنیؒ کے قلم سے محاکمہ سامنے آجائے۔

تقی عثمانی صاحب ہمارے ایک بزرگ کی رائے سے دوسرے بزرگ کی تردید فرماتے ہیں اور تأثر دیتے ہیں کہ دوسرے بزرگ کا دماغ خراب ہوگیا تھا۔ اور آپ اسے چھاپ کر اس کی توثیق فرماتے ہیں تو آپ یہ نہیں سوچتے آپ کتنا بڑا ظلم کر رہے ہیں۔

مولانا سندھیؒ نے ۲۲ اگست ۴۴ء کو انتقال فرمایا اور ۲۰ کی صبح تک وہ درسِ قرآن اور ایک تفسیر پر نظرِ ثانی میں مصروف رہے اور اُنھوں نے اپنی رائے قلم بند فرمائی۔ مارچ ۳۹ء میں وطن لوٹنے کے بعد سے وہ اپنی زندگی کے آخری لمحوں تک (وفات سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے اُنھوں نے اپنی وصیّت لکھوائی تھی) وہ درس و مطالعہ اور تصنیف و تالیف، خطوط نگاری اور وعظ و ہدایت اور تعلیم و تربیت اصحابِ استعداد کی خدمات میں مصروف رہتے۔ ان کی علمی و عملی زندگی کا کوئی ایک مقام اور

مخصوص دائرہ بھی نہ تھا، بلکہ دہلی، لاہور، کراچی، گوٹھ پیر جھنڈا اور دین پور وغیرہ مختلف مقامات تھے، جہاں ہر وقت ان کے گرد عُلما، فضلا اور طلبار کی ایک جماعت موجود رہتی تھی۔ تقی عثمانی صاحب نے کتنے حاضر باش اور صحبت یافتگان مولانا سندھیؒ کے افکار وافادات سے یہ ثابت کیا ہے کہ اُن کا دماغ خراب ہوگیا تھا۔ اس لیے ان کی کوئی بات قابلِ اعتماد اور کوئی رائے قابلِ یقین نہیں رہی۔

یہ قطعی ممکن ہے کہ حضرت مولانا سندھیؒ کی کسی تحقیقی رائے سے حضرت شیخ الاسلامؒ یا دیوبند کے کوئی بزرگ متفق نہ ہوں، لیکن کسی ایک بات میں اختلاف سے مولانا سندھیؒ کی پوری شخصیّت کا رَد کیوں کر کیا جاسکتا ہے؟ لیکن اگر تقی عثمانی صاحب کی یہی دیانتدارانہ رائے ہو کہ ایک بات میں غلطی سے پوری شخصیّت ناقابلِ اعتماد ہو جاتی ہے تو پھر آیئے ہم اسے بہ طور اُصول کے تسلیم کرلیں اور فیصلہ کردیں کہ حضرت مفتی محمدؐ شفیع صاحب نہ مفتی اور فقیہ تھے اور نہ اُنہیں دُنیا کی خبر تھی۔ اس لیے کہ اُنھوں نے جانوروں کے مشینی ذبیحہ کو جائز ٹھہرایا تھا ____ اور حضرت مفتی محمودؒ نے اس کی تغلیط کردی تھی اور مفتی شفیع صاحبؒ نے اپنی غلطی کو تسلیم کر کے خود اپنی جہالت، کم نظری اور بے بصیرتی کا اعتراف کرلیا تھا۔ اس لیے مفتی صاحب کی ساری زندگی کے کارناموں اور فقہ و فتاوٰی میں ان کی نظر و بصیرت کا انکار لازم ہوگیا۔

مجھے یقین ہے کہ آپ نے یہ مضمون شائع کرتے ہُوئے اس کے مختلف پہلوؤں اور عواقب و نتائج پر غور نہیں فرمایا، لیکن اب چونکہ آپ نے یہ مضمون چھاپ ہی دیا ہے تو میں آپ سے یہ بھی اُمّید کرتا ہوں کہ میرا یہ خط چھاپ کر اسی مسئلہ کے بارے میں میرے خیالات کو بھی اپنے قارئین تک پہنچائیں گے تاکہ جن حضرات کے علم میں ایک بات یا مسئلے کا ایک پہلو آیا ہے۔ اُن کے سامنے مسئلے کے دوسرے پہلو بھی آجائیں۔ ایڈیٹر کی حیثیت سے یہ آپ کی اخلاقی ذمّہ داری ہے۔

اس عریضے میں آپ سے اندازِ تخاطب اور تحریر کے اسلوب کے لیے عفو خواہ ہوں، لیکن مَیں نے اس میں اپنے دل کی بات بے تکلف لکھ دی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مجھے محولہ تحریر کے "انوارِ مدینہ" میں چھپنے سے دُکھ ہُوا اور اُس کا اظہار آپ سے نہ کرتا تو کس سے کرتا۔

میں آپ سے ایک بار پھر عفو خواہ ہوں اور دُعا کی درخواست کرتا ہوں۔ حضرت دادا جان قبلہ والد صاحب اور جملہ افرادِ خاندان بخیریت ہیں۔ سب کی طرف سے سلام عرض ہے۔

والسّلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

نیاز مند تنویر احمد شریفی عفی عنہ

عزیز القدر جناب حافظ تنویر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

سلام مسنون

اُمّید کہ بخیر و عافیت ہوں گے گزشتہ ماہ نومبر میں آپ کا خط ملا تعلیمی سال کا اختتام تھا اسباق کی تکمیل کی فکر تھی۔ نیز گزشتہ ماہ سر کے درد کی شکایت بھی بہت دنوں رہی اس لیے جواب میں تاخیر ہوتی چلی گئی۔ کل جامعہ کے سالانہ امتحان سے فراغت ہوئی تو آج آپ کے خط کا جواب تحریر کر رہا ہوں۔

شیخ العرب و العجم حضرت مولانا السیّد حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کا ایک تاریخی مضمون جو اخبار مدینہ بجنور میں ۱۹۴۵ء میں شائع ہوا تھا جو حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق تھا جس کو ماہنامہ "انوار مدینہ" کے اکتوبر ۱۹۹۷ء کے شمارہ میں شائع کیا گیا تھا۔ اس پر آپ نے اپنا ردِّ عمل نہایت جذباتی انداز میں بندہ کے نام خط میں ظاہر کیا جبکہ اس میں جذباتی ہونے کی چنداں ضرورت نہ تھی ایسا لگتا ہے کہ کسی نے اس معاملہ میں آپ کو تصویر کا ایک خاص رُخ جذباتی انداز میں پیش کیا کہ آپ کے ذہن سے حضرت مدنی قدس سرہ العزیز کے مضمون کا مقصد ہی اوجھل ہو گیا بلکہ کچھ دیر کے لیے آپ کے ذہن سے یہ بات بھی محو ہو گئی کہ یہ مضمون حضرتِ اقدس مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے تحریر فرمودہ ہے وگرنہ آپ کے خط کا مضمون ایسا نہ ہوتا کہ اس میں تحریر کردہ اعتراضات کا مصداق آپ کا مخاطب ہے ہی نہیں بلکہ حضرت مولانا تقی صاحب عثمانی اس کے مخاطب بنتے ہیں، تاہم جذبات کی شدّت میں ایسا ہونا ممکن ہے۔

آپ کے خط کا مختصر اور اصل جواب تو یہ ہے کہ حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہ کی یہ تحریر میرے نزدیک "محاکمہ" کی حیثیّت رکھتی ہے۔ اسی لیے اس کو "انوارِ مدینہ" میں شائع بھی کیا ہے۔ مولانا تقی صاحب عثمانی کی تقلید میں ہم نے یہ کام نہیں کیا اور نہ ہی اس معاملہ میں ان کی تقلید کی ضرورت ہے، مولانا تقی صاحب عثمانی کا تعلّق جس خانوادہ سے ہے۔ آپ نے اپنے خط میں اس کا تذکرہ کیا ہے جبکہ میرا تعلّق جس خانوادہ سے ہے وہ بھی آپ کو معلوم ہے اس لیے خانوادہ کی نسبت سے جو اعتراضات

مولانا تقی صاحب عثمانی مدظلہم پر آپ نے کیے ہیں وہی مجھ پر بھی کر دیے حالانکہ وہ مجھ پر نہیں کیے جا سکتے۔ لہٰذا یہ اعتراضات مولانا ہی پر ہو سکتے ہیں۔ وہی ان کا جواب دیں تو دیں میرا ان اعتراضات سے کوئی تعلق نہیں بنتا۔ اگر آپ جذبات سرد پڑنے پر ٹھنڈے دل سے اپنے خط کو پڑھیں گے تو آپ پر یہ بات خوب آشکارہ ہو جائے گی۔

حضرت اقدس مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر میں مولانا سندھی رحمہ اللہ کی دینی خدمات اور قربانیوں کا کہیں انکار نہیں کیا گیا بلکہ ان کو تو سراہا گیا ہے اور وہ بھی اس انداز میں کہ مضمون کا اکثر حصّہ ان کے کارہائے نمایاں عالی ہمّت اور فراخ حوصلہ کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔ اُن کی دُنیا سے بے رغبتی تعلق مع اللہ اور مجاہدات کا تذکرہ نہایت شاندار انداز میں تحریر فرمایا ہے۔ آخر میں حضرت اقدس مدنی نوراللہ مرقدہ نے حوادث زمانہ کی وجہ سے حضرت سندھیؒ کے دماغ پر پڑنے والے اثرات اور اُن کے نتیجہ میں دماغی توازن کھو بیٹھنے کا تذکرہ کیا ہے۔ یعنی اُن کے ذہنی طور پر علیل ہونے کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اپنی طرف سے کوئی بات ارشاد نہیں فرمائی یہ ایسے ہی ہے جیسے بہت پریشانیوں اور مصائب کے سبب کوئی بیمار ہو جائے کوئی فالج زدہ ہو جائے کوئی دل کا کوئی شوگر کا کوئی بلڈ پریشر کا مریض ہو جائے ظاہر ہے۔ یہ عوارض طبعی ہی کہلائیں گے جس میں مریض بیچارے کا کیا قصور ان قدرتی مصائب و آفات سے اس کی سابقہ خدمات و کمالات ختم نہیں ہوتے بلکہ باقی رہتے ہیں۔ حضرت مولانا سندھیؒ چونکہ بہت بڑے مفکّر ہونے کے ساتھ دینی اعتبار سے بھی بہت بڑا مقام اور مذہبی و سیاسی پیشوا کی حیثیّت رکھتے تھے اور ذہن افکار کا مخزن و منبع اور شارح ہوتا ہے۔ اس میں اختلال اگر دائمی ہو تو افکار میں بھی لازمی طور پر خلل واقع ہو جاتا ہے اور دائمی نہ ہو تو افکار میں خلل کا امکان تو بہرحال ہوتا ہے۔ لہٰذا اس وقت کے ناگزیر حالات اور پیش بندی کے طور پر حضرت مدنی رحمہ اللہ نے یہ مضمون تحریر فرمایا تاکہ لوگ ان کی قائدانہ حیثیّت کے سبب ان کے افکار پر بے تأمّل عمل پیرا نہ ہو جائیں۔ چنانچہ حضرتؒ اپنے ہی مضمون میں تحریر فرماتے ہیں۔

> ”ان کے قابل اور غیر معمولی دماغ سے اس آخری دَور میں بھی جبکہ وہ مصائب کی بوقلمونیوں کا شکار ہو چکا تھا۔ برس ہا برس کی جدوجہد اور اعلیٰ استعداد کی بناء پر سیاسی اور نظری حقائق بھی ظہور پذیر ہوتے رہے جو اہلِ فکر کے لیے

دعوت فکر و نظر کا سامان تھے ان سے اصحابِ فہم حضرات (عام آدمی نہیں) اُصولی طور پر پرکھ کر صحیح نتائج کا استخراج کر سکتے ہیں، مگراب اس حادثہ کی بناء پر اور بھی زیادہ اُلجھن پیدا ہونے لگی، چنانچہ مشاہدہ ہے بناء بریں تمام اہلِ فہم اور ارباب قلم وعلم سے پرزور درخواست ہے کہ مولانا مرحوم کی کسی تحریر کو دیکھ کر اس وقت تک اس پر کوئی حتمی رائے قائم نہ فرمائیں جب تک اس کو اُصول اور مسلمات اسلامیہ ضروریات دین اور عقائد و اعمال اہلِ سُنت والجماعت کے زرین قواعد و تالیفات پر پرکھ نہ لیں۔ علی ہذا القیاس مولانا کے کسی کلام کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم حضرت مولانا قاسم صاحب مرحوم حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اسلاف و اکابر دیوبند کا مسلک ہی نہ سمجھیں جب تک کہ وہ اسی کسوٹی پر اس کو کس نہ لیں۔" (بحوالہ انوارِ مدینہ اکتوبر ۱۹۹۷ء)

اس عبارت میں حضرت اقدس مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے افکار و نظریات کو یکسر مسترد نہیں فرمایا بلکہ ان کو پرکھنے کی تلقین فرمائی اور قدیم سے جب بھی ضرورت محسوس کی گئی تو مسئلہ میں یہی کیا گیا کہ اس کو مسلمات و قواعد دینیہ پر پرکھ کر فیصلہ کیا گیا محض کسی شخصیت کے قول و فعل پر انحصار نہیں کیا گیا چاہیے یہ شخصیت کتنی ہی اعلیٰ ذہنی استعداد اور بیداری کی آخر وقت تک کیوں نہ حامل رہی ہو اسلاف میں یہ طریقہ قدیم سے چلا آرہا ہے۔ کیونکہ دین کا مفاد اور اس کی اہمیت افراد کی اہمیت اور مفاد پر بہرحال مقدم ہے۔ فن اسماء الرجال جس پر علم حدیث کا مدار ہے اس پر شاہد عدل ہے تو جہاں ذہنی فتور پایا جاتا ہو وہاں تو یہ اُصول بطریق اولیٰ جاری ہو جاتا ہے اور اس اُصول کی وجہ سے مولانا سندھی رحمہ اللہ کی شان میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ ان کی یہ بیماری طبعی اور قدرتی تھی ان کے کسب و اختیار سے نہ تھی آخرت میں اُن کے لیے اس پر مزید اجر و ثواب کی بھی توقع کی جا سکتی ہے۔ حضرت اقدس مدنی نوراللہ مرقدہ کے مضمون کی تائید مولانا عبداللہ صاحب لغاری کی کتاب کے چند اقتباسات سے ہوتی ہے جو اُنھوں نے "مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی سرگزشت کابل" کے نام سے لکھی مولانا لغاری مولانا سندھیؒ کے معتمد خاص تھے ان کے ساتھ ۱۹۱۵ء میں کابل گئے پھر جب ۱۹۲۶ء میں مولانا سندھیؒ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو مولانا لغاری وہاں ان کی خدمت میں پہنچے، بحوالہ مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی سرگزشت کابل ص ۲۶۳

مولانا لغاری تحریر فرماتے ہیں۔

"جب مولانا سندھی مکّہ معظمہ میں آئے تو مولانا حسین احمد مدنی بھی حج کے ارادہ سے مکّہ مکرّمہ پہنچ گئے مولانا سندھیؒ نے پہلے آہستگی سے ان کو سمجھایا اور کہا کہ آپ مولانا شیخ الہند کی جگہ دارالعلوم دیوبند کی اُستاذ بنے ہیں۔ آپ کو حق نہ تھا کہ مولانا محمد علی کو جنہیں مولانا شیخ الہندؒ نے جمعیت العلماء کا پریذیڈنٹ بنایا تھا۔ ان کو معزول کرکے آپ پریذیڈنٹ بنتے مولانا حسین احمد مدنیؒ نے فرمایا کہ آخر یہ جمعیت علماء تھی اس کا پریذیڈنٹ بھی عالم ہونا چاہیے اس پر مولانا سندھی کو بڑا غُصّہ آیا اور کہا تم کو کیا اختیار تھا تم میں کیا علم تھا کیا تم میں فضیلت تھی کہ تم ایک پولیٹیکل جماعت کے سردار بنتے تم نے کہاں سے سیاست سیکھی مدینہ میں تو سیاست ہے بھی نہیں دو چار مہینے تم شیخ الہندؒ کے ساتھ قید میں رہے بس اس سے تم سیاست سیکھ گئے۔ آپ کا نظریہ اور مولانا شیخ الہند کا نظریہ متضاد چیزیں ہیں تم مولوی اشرف علی کے تابعدار ہو، مولوی اشرف علی نہیں چاہتے کہ سارے مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوجائیں میں تم کو کہتا ہوں کہ ہندوستان میں جاکر اپنی غلطی کی تلافی کرو اور پھر مولانا محمد علی کو بلواکر اس کا پریذیڈنٹ بناؤ ورنہ میں تمہارا سر پھوڑ دوں گا تم کیا چیز ہو کہ تم میرے اُستاد اور شاہ ولی اللہ کی ساری کی ساری تحریک برباد کرتے ہو، پھر تو مولانا حسین احمد رونے بیٹھ گئے اس لیے جب مولانا سندھی ہندوستان آئے تو ہمیشہ مولانا حسین احمد ان کی مخالفت کرتے رہے اور مسلم لیگ کے نوجوانوں کو کافر کہتے رہے۔

(مولانا عبیداللہ سندھی کی سرگزشت کابل ص ۲۶۳)

(یہ دعوٰی بلا دلیل ہے بلکہ بہتانِ عظیم ہے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی لیگیوں کو کافر نہیں کہا)

کیا مولانا سندھیؒ رحمہ اللہ سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ بحالت ہوش و حواس حضرت مدنی قدس سرہ العزیز سے اس قسم کی گفتگو کرسکتے ہیں اگر کوئی عام آدمی اس قسم کی گفتگو کرے تو اس کو بھی شائستگی

کے خلاف قرار دیا جاتا ہے۔ چہ جائیکہ مولانا سندھیؒ جیسا انسان یہ ادنیٰ درجہ کی گفتگو کرے اور وہ بھی شیخ العرب والعجم جیسی عظیم ہستی سے لہٰذا تسلیم کر لینا چاہیے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ مسلسل صدمات نے مولانا سندھیؒ کے دماغ کو ایسے شدید جھٹکے دیے جس کے سبب ان کا ذہنی توازن برقرار نہیں رہ سکا اُن کی اسی کیفیّت کا حضرتؒ نے مختلف اوقات میں ذکر فرمایا ہوگا جیسا کہ مولانا لغاری کے مذکورہ بالا حوالہ میں" ہمیشہ" کے لفظ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ آگے چل کر مولانا لغاری نے اس کی صراحت بھی کی ہے۔ اگرچہ یہاں مخالفت کے لفظ سے ذکر کیا ہے جو تعبیر کی غلطی ہے۔ حضرت مدنیؒ سے مولانا سندھیؒ کی یہ گفتگو محولہ کتاب کے ص۲۰۵ پر بھی تحریر کی گئی ہے۔ آگے چل کر مزید تحریر ہے۔

"......... اور آپ کے ہمراہی مولانا حسین احمد مدنی اور ڈاکٹر کچلو وغیرہ بے گناہ مولانا جوہر کے ساتھ کراچی میں سزایاب ہوگئے حالانکہ وہ انقلابی نہ تھے صرف خون لگا کر شہیدوں میں داخل ہوگئے تھے۔ اگر یہ سب لوگ سیتہ گرہ قانون کے پابند نہ ہوتے تو اپیل کرنے پر سب بری ہو جاتے۔" ایضاً ص۲۳۹

یہ چند حوالے درج کر دیے ہیں ان کی روشنی میں آپ بسہولت کوئی نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں مولانا لغاری صاحب مولانا سندھیؒ کے مخصوص افکار و خیالات کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"اور جوں جوں مولانا اپنے مخصوص افکار و خیالات کا اظہار کرنے لگے عقیدت مندوں کا یہ جھگٹا ہٹتا گیا اور مسلم لیگ، کانگریس، احرار اور جمعیۃ العلماء میں سے ہر ایک جماعت نے مولانا کی خدمات سے اپنی جماعت کو الگ رکھنا ہی مناسب سمجھا جہاں تک مجھے یاد ہے۔ مولانا نے صرف سندھ کانگریس کمیٹی اور بنگال (جمعیۃ العلماء صوبہ) کے دو مقامات پر جلسوں کی صدارت کی اور بس۔ اس کے بعد مولانا نے اپنی الگ راہ لی اور عام شاہراہوں سے الگ ہوگئے مولانا جو شعلے مجسمہ انقلاب تو تھے ہی" چراغ سحری" کے تصوّر نے ان کی طبیعت میں عجلت اور بے صبری پیدا کر دی تھی اور ہر اس نظام کو فوراً توڑ دینے کے حق میں تھے جو اُن کے خیال اور ان کے مطالعہ کے مطابق ملک اور مذہب کے مستقبل کے لیے مفید نہ تھا وہ کانگریس کی مذہبی قیادت اور دیگر اسلامی

جماعتوں کی "قدامت پسندی" سے نالاں تو تھے ہی خاکسار تنظیم کی حمایت، سر سکندر کی فوجی بھرتی کی موافقت اشتراکی نظریوں کی تعریف، اکبر کے دین الٰہی کی تاویل ہیٹ اور نیکر اور رومن رسم الخط کے پرچار نے ان کے اپنے دیرینہ وابستگان کو ان سے توڑ دیا اور مولانا مدنی جیسے مخلص اور متحمل رفیق کو بھی اُن کی وفات کے بعد ان کے متعلق اس رائے کا اظہار کرنا پڑا کہ مولانا کے افکار میں بے ترتیبی پیدا ہوگئی تھی اور ان کی طرف منسوب شدہ افکار صرف اس وقت قابل قبول ہیں جب اُصول دین سے ان کی مطابقت مسلّم ہو جاتے"!

(مولانا عبیداللہ سندھی کی سرگزشت کابل ص ۱۷)

مولانا لغاری صاحب خود تسلیم کر رہے ہیں کہ مولانا سندھی نے اپنی الگ راہ لی اور اُن کے انتہائی مخلص دوستوں نے بھی ان سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی اور اُن کے مزاج میں عمر کے آخری حصہ میں عجلت اور بے صبری پیدا ہوگئی تھی یہی کیفیت جب بہت بڑھ جائے تو دماغی حالت ویسی ہی ہو جاتی ہے جس کا تذکرہ حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہ نے اپنے اس تاریخی مضمون میں فرمایا جو ماہنامہ انوارِ مدینہ میں بحوالہ اخبار مدینہ بجنور ۱۹۴۵ء شائع کیا گیا۔ مولانا سندھیؒ کی آخری عمر کے حالات کا جگہ بے جگہ ذکر کرنا ضروری بھی نہیں تھا۔ بتقاضہ دینی مصلحت ایک آدھ بار ذکر کر دینا یا تحریر میں لے آنا بس کافی ہوتا ہے سو حضرت مدنیؒ نے کر دیا ورنہ تو جیسا کہ میں پہلے بھی تحریر کر چکا ہوں وہ اُن کی خدمات کے معترف اور بہت بڑے مداح تھے اُن کی دماغی تکلیف پر اُن کو لاریب دُکھ اور رنج ہی ہوگا وہ بدخواہ تو نہ تھے کہ خوش ہوتے اور چرچا کرتے اسی طرح ہیٹ نیکر اور رومن رسم الخط جو کہ کفار بالخصوص نصاریٰ کا خاص لباس اور شناخت تھی کا پرچار ایک ایسا فعل ہے جس کا تصوّر ایک عام مسلمان بھی نہیں کر سکتا یہ ممکن ہے کہ کفّار سے تشبہ کو کسی وقتی اور دینی مصلحت کی بناء پر اسلاف نے نظر انداز کیا ہو، مگر نظر انداز کرنا اور چیز ہے اور پرچار کرنا اور چیز ہے جو اسلاف میں کبھی روا نہیں رہا اسلام اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ پرچار کو عربی میں ترغیب کہا جاتا ہے جو تبلیغ سے بھی آگے کا درجہ ہے تو ترہیب کے بجائے ترغیب یہ قلب موضوع ہوگیا کسی عاقل بالغ کی جانب سے اس قسم کے "پرچار" پر مفتیانِ اسلام کا کیا فتویٰ ہے ہر ذی فہم انسان اس کو خوب سمجھتا ہے۔ لہٰذا ہم سب کی عافیت اسی میں ہے کہ اس حقیقت کو تسلیم

کر لیا جائے کہ مولانا سندھیؒ زندگی کے آخری حصّہ میں دماغی اعتبار سے غیر مکلف اور مرفوع القلم ہو چکے تھے ۔ ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ دُنیا میں مواخذہ ہوتا ہے اور نہ آخرت میں ۔ مولانا سندھیؒ کے آخر زمانے کی حالت کا مشاہدہ کرنے والے لوگ ابھی بقید حیات ہیں ان سے بھی اسی قسم کی غیر متوازن باتیں اور افعال معلوم کیے جاسکتے ہیں ہمارے جامعہ کے مدرس اور میرے اُستاذ حضرت مولانا ظہور الحق صاحب مدظلہم فرماتے ہیں کہ مولانا سندھیؒ کی سختی اور طبیعت میں غضب ناکی کا میں نے خود مشاہدہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں لاہور میں ایک اجلاس میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ خطبۂ صدارت پڑھ رہے تھے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور اس وقت کے اکابر اسٹیج پر موجود تھے کہ مولانا سندھیؒ دورانِ اجلاس فرمانے لگے" میرے اُستاذ کے یہ جانشین نہیں بن سکتے " اس پر حضرت لاہوریؒ ترکیب کے ساتھ ان کو اجلاس سے لے گئے اس کے علاوہ اور بھی واقعات ہیں جو دین پور شریف کے حضرات بیان کرتے ہیں۔

حضرت مولانا خلیفہ غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے مولانا عبد الرحمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود رشید بھائی صاحب کو مولانا سندھیؒ کا ایک واقعہ سنایا کہ مولانا سندھیؒ آخر عمر میں جب سندھ تشریف لائے تو ایک عالم دین ان سے تفسیری نکات پڑھنے کے لیے آنے لگے ایک دن اچانک مولانا نے اُن کو ڈانٹ ڈپٹ شروع کر دی بہت بُرا بھلا کہا اور کہا تم منافق ہو وغیرہ وغیرہ اور اُن کو نکال دیا، وہ چلے گئے اور پھر نہ آئے ۔ تین چار روز بعد مولانا سندھیؒ نے اُن کو خود ہی بلوایا اور کہا کہ بھائی مجھے کبھی دماغی دَورہ پڑ جاتا ہے تو مَیں ایسی باتیں کر دیتا ہوں جن کا مجھے پتہ بھی نہیں چلتا لہٰذا تم مجھے معاف کر دو۔

نیز مولانا سندھیؒ اپنی تفسیر "الہام الرحمان فی تفسیر القرآن" میں اذ قال اللہ یا عیسی انی متوفیک الخ کے تحت فرماتے ہیں یعنی ممیتك تجھے مارنے والا ہوں یہ جو حیات عیسیٰ لوگوں میں مشہور ہے یہ یہودی کہانی ہے. نیز صابی من گھڑت کہانی ہے مسلمانوں میں فتنہ عثمان کے بعد بواسطہ انصار بنی ہاشم یہ بات پھیلی اور یہ صابی اور یہودی تھے . . . . آپ ہی بتلائیے کیا یہ علماء اہلِ سُنّت والجماعت دیوبند کا مسلک ہے !

آپ نے ۳ شق (ب) میں لکھا ہے انہیں متدین صاحب الرائے اور صاحب علم و تقوٰی حضرت مدنیؒ نے علّامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ کے بارے میں فرمایا تھا کہ مجھے اُن کے ایمان کے بارے میں شک ہے اس کا حوالہ درکار ہے تاکید ہے۔

اگر بالفرض میرے جد امجد حضرت مولانا السید محمد میاں صاحب اور والد ماجد رحمہما اللہ نے مولانا سندھیؒ کے
ے میں کچھ تحریر نہیں فرمایا تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ کسی خاص معاملہ میں سکوت یا تحریر نہ
ا واقعہ کی نفی اور عدم کو مستلزم نہیں ہوا کرتا۔

میرا ارادہ تو یہی تھا کہ آپ کے خط کا بالکل مختصر جواب تحریر کردوں مگر بے ارادہ خط اتنا
ل پکڑ گیا کہ مجھ اختصار پسند کو خود اس پہ تعجب ہو رہا ہے۔ آخر میں پھر یہ بات دہرا دوں کہ میرے
یک حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہ کی تحریر محاکمہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ لہٰذا حضرتؒ کے اخبار مدینہ بجنور
ے مضمون پہ بندہ کو اطمینان ہے مزید بحث میں اُلجھنا نہیں چاہتا اگر اسی سلسلہ میں آپ مزید
ہ تحریر کرنا چاہتے ہیں تو خوشی سے کریں، مگر بندہ مزید سوال و جواب سے پیشگی معذرت خواہ ہے۔
ری صاحب مدظلہم اپنے والد صاحب اور دیگر پرسان احوال کی خدمت میں سلام اور دُعا کی درخواست۔

محمود
۱۰ر شعبان ۱۴۱۸ھ
۱۱ر دسمبر ۱۹۹۷ء

بقیہ: درسِ حدیث

باقی جس نے قربانی نہ دی ہو اگر وہ قابض ہو جائے حکومت پر تو وہ نہیں جان سکتا قدر اُس کی، وہ صحیح طرح
نہیں چلا سکتا تو سب سے پہلا درجہ جو تھا وہ تو بنتا ہے عشرہ مبشرہ کا، اُن کے بعد سب سے اعلیٰ
درجہ قربانی دینے والوں میں اہلِ بدر کا ہے تو معلوم ہوا کہ حق جو ہوتا ہے اُن لوگوں کا زیادہ ہوتا ہے جو
قربانیاں دیے ہوئے ہوتے ہیں اور جو انقلاب لاتے ہیں اُن میں سب سے زیادہ اعلیٰ درجہ اُنھیں
حضرات کا ہوتا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انتخابی دائرہ وسیع کر دیا کہ یہ جسے منتخب کریں وہ ہوگا
چنانچہ پہلے منتخب کیا اُنھوں نے بعد میں بیعتِ عامہ ہوگئی۔

آگے انشاء اللہ اور عرض کریں گے۔ اللہ ہم سب کو اِن سب کی محبت دے اور ساتھ عطا
فرمائے۔ (آمین)

حاصلِ مطالعہ

مولانا نعیم الدّین صاحب ، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

رمضان کی آمد آمد ہے، رمضان اور قرآن کی مناسبت سے ہم اس مرتبہ بھی اپنے قارئین کی خدمت میں قرآن مجید سے متعلّق کچھ باتیں پیش کریں گے۔

حفاظتِ قرآن

قرآن پاک کو جہاں دیگر خصوصیّات و امتیازات حاصل ہیں، وہیں ایک خصوصیت و امتیاز یہ بھی حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمّہ خود لیا ہے، یہی وجہ ہے کہ چودہ صدیاں گزر جانے کے باوجود قرآن مجید اپنی اصلی شکل میں اُسی آب و تاب کے ساتھ موجود ہے۔ دُنیا کی کوئی طاقت باوجود ہزار کوششوں کے اس میں کسی قسم کی تبدیلی کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکی، کُتبِ تاریخ میں حفاظتِ قرآن کے بہت سے واقعات ملتے ہیں، ذیل میں مامون رشید کے دَور کا ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے، یہ واقعہ امام قرطبیؒ (م ۶۷۱ھ) نے اپنی تفسیر "الجامع لاحکام القرآن" میں سند کے ساتھ ذکر فرمایا ہے[1] حضرت مولانا مفتی محمدؒ شفیع صاحب رحمہ اللہ نے بھی اپنی تفسیر میں اسے نقل کیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

> "امام قرطبیؒ نے اس جگہ سند متصل کے ساتھ ایک واقعہ امیر المؤمنین مامون کے دربار کا نقل کیا ہے کہ مامون کی عادت تھی کہ کبھی کبھی اس کے دربار میں علمی مسائل پر بحث و مباحثے اور مذاکرے ہوا کرتے تھے جس میں ہر اہلِ علم کو آنے کی اجازت تھی ،

---

[1] دیکھیے تفسیر الجامع لاحکام القرآن ج ۱۰ ص۵ تحت قولہ تعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون،

ایسے ہی ایک مذاکرہ میں ایک یہودی بھی آگیا جو صورت، شکل اور لباس وغیرہ کے اعتبار سے بھی ایک ممتاز آدمی معلوم ہوتا تھا، پھر گفتگو کی تو وہ بھی فصیح و بلیغ اور عاقلانہ گفتگو تھی، جب مجلس ختم ہوگئی تو مامون نے اس کو بُلا کر پُوچھا کہ تم اسرائیلی ہو؟ اس نے اقرار کیا۔ مامون نے (امتحان لینے کے لیے) کہا کہ اگر تم مُسلمان ہو جاؤ تو ہم تمہارے ساتھ بہت اچھا سلوک کریں گے۔

اس نے جواب دیا کہ مَیں تو اپنے اور اپنے آباؤ اجداد کے دین کو نہیں چھوڑتا، بات ختم ہو گئی، یہ شخص چلا گیا، پھر ایک سال کے بعد یہی شخص مُسلمان ہو کر آیا اور مجلسِ مذاکرہ میں فقہِ اسلامی کے موضوع پر بہترین تقریر اور عمدہ تحقیقات پیش کیں۔ مجلس ختم ہونے کے بعد مامون نے اس کو بلا کر کہا کہ تم وہی شخص ہو جو سالِ گزشتہ آئے تھے؟ جواب دیا ہاں وہی ہوں، مامون نے پُوچھا کہ اُس وقت تو تم نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا پھر اَب مُسلمان ہونے کا سبب کیا ہُوا؟

اُس نے کہا مَیں یہاں سے لوٹا تو مَیں نے موجودہ مذاہب کی تحقیق کرنے کا ارادہ کیا مَیں ایک خطّاط اور خوشنویس آدمی ہوں، کتابیں لکھ کر فروخت کرتا ہوں تو اچھّی قیمت سے فروخت ہو جاتی ہیں، مَیں نے امتحان کرنے کے لیے تورات کے تین نُسخے کتابت کیے، جن میں بہت جگہ اپنی طرف سے کمی بیشی کر دی اور یہ نسخے لے کر میں کنیسہ میں پہنچا۔ یہودیوں نے بڑی رغبت سے اُن کو خرید لیا، پھر اسی طرح انجیل کے تین نسخے کمی بیشی کے ساتھ کتابت کر کے نصاریٰ کے عبادت خانہ میں لے گیا وہاں بھی عیسائیوں نے بڑی قدر و منزلت کے ساتھ یہ نُسخے مجھ سے خرید لیے، پھر یہی کام مَیں نے قرآن کے ساتھ کیا۔ اس کے بھی تین نسخے عمدہ کتابت کیے جن میں اپنی طرف سے کمی بیشی کی تھی، ان کو لے کر جب میں فروخت کرنے کے لیے نکلا تو جس کے پاس لے گیا اُس نے دیکھا کہ صحیح بھی ہے یا نہیں، جب کمی بیشی نظر آئی تو اُس نے مجھے واپس کر دیا۔

اس واقعہ سے مَیں نے یہ سبق لیا کہ یہ کتاب محفوظ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی نے اس کی حفاظت کی ہوئی ہے۔ اس لیے مُسلمان ہو گیا۔ قاضی یحییٰ بن اکثم اس واقعہ کے راوی ہیں کہتے ہیں کہ

اتفاقاً اسی سال مجھے حج کی توفیق ہوئی۔ وہاں سفیان بن عیینہ رح سے ملاقات ہوئی تو یہ قصّہ اُن کو سُنایا۔ اُنھوں نے فرمایا بے شک ایسا ہی ہونا چاہیے، کیونکہ اس کی تصدیق قرآن میں موجود ہے۔ یحییٰ بن اکثم نے پُوچھا قرآن کی کون سی آیت میں ؟ تو فرمایا کہ قرآن عظیم نے جہاں تورات وانجیل کا ذکر کیا ہے، اس میں تو فرمایا بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ کِتٰبِ اللّٰهِ، یعنی یہود و نصارٰی کو کتاب اللہ تورات وانجیل کی حفاظت کی ذمّہ داری سونپی گئی ہے۔ یہی وجہ ہوئی کہ جب یہود و نصارٰی نے فریضۂ حفاظت ادا نہ کیا تو یہ کتابیں مسخ ومحرّف ہوکر ضائع ہوگئیں، بخلاف قرآن کریم کے کہ اس کے متعلق حق تعالیٰ نے فرمایا اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ، یعنی ہم ہی اس کے محافظ ہیں اس لیے اس کی حفاظت حق تعالیٰ نے خود فرمائی تو دُشمنوں کی ہزاروں کوششوں کے باوجود اس کے ایک نقطہ اور ایک زیر وزبر میں فرق نہ آسکا۔"

یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد مفتی صاحب رح تحریر فرماتے ہیں۔

"آج عہدِ رسالت کو بھی تقریباً چودہ سو برس ہوچکے ہیں۔ تمام دینی اور اسلامی اُمور میں مُسلمانوں کی کوتاہی اور غفلت کے باوجود قرآن کریم کے حفظ کرنے کا سلسلہ تمام دُنیا کے مشرق ومغرب میں اُسی طرح قائم ہے۔ ہر زمانہ میں لاکھوں بلکہ کروڑوں مسلمان جوان، بوڑھے، لڑکے اور لڑکیاں ایسے موجود رہتے ہیں جن کے سینوں میں پُورا قرآن محفوظ ہے، کسی بڑے سے بڑے عالم کی بھی مجال نہیں کہ ایک حرف غلط پڑھ دے۔ اسی وقت بہت سے بڑے اور بچے اس کی غلطی پکڑ لیں گے۔"[1]

---

[1] معارف القرآن ج ۵ ص ۲۶۹

بچیوں کی اعلیٰ دینی تعلیم کا عظیم منصوبہ

الجامعۃ المحمدیۃ للبنات

اعلانِ داخلہ

کیا آپ چاہتے ہیں؟

آپ کی بچی علوم عربیہ اور دینیہ کے ساتھ ساتھ علوم عصریہ میں سے وہ تمام علوم حاصل کرے جو عورتوں کے ساتھ مختص ہیں یا اسلامی معاشرہ کی مصلحت انکی مقتضی ہے تاکہ جہاں وہ اسلامی اور عصری ثقافت سے مکمل طور پر باخبر ہو وہاں ایک عظیم ماں، مثالی بیوی، بیدار مغز بہن اور پابند شریعت بیٹی کا کردار ادا کر سکے۔ تو آئیے

کلیۃ الشریعۃ و اصول الدین

FACULTY OF SHARIA AND PRINCIPALS OF ISLAM

میں اپنی بچی کے داخلہ کیلئے پراسپکٹس، منہج دراسی (سلیبس) اور داخلہ فارم طلب فرمائیے گا۔ تعلیمی معیار کم از کم سی گریڈ میں میٹرک پاس ہونا ہے جبکہ عمر ۱۵ تا ۱۸ سال ہونی چاہیے۔

داخلہ کی آخری تاریخ ۱۵ رمضان المبارک ہے۔

بیرونِ ملک سے آنے والی درخواستوں کی آخری تاریخ 29 رمضان المبارک ہے۔

خط و کتابت اور جملہ معلومات کیلئے:

غلام مصطفیٰ حسن رئیس مجلس منتظمہ الجامعۃ المحمدیۃ للبنات،

۸۶۔اے، کشمیر روڈ ○ غلام محمد آباد فیصل آباد ○ پاکستان فون: 681700 فیکس: 682700 -041

ترسیل زر کا پتہ، کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 526 الائیڈ بنک غلام محمد آباد فیصل آباد۔

بچیوں کی اعلیٰ دینی تعلیم کا عظیم منصوبہ

الجامعۃ المحمدیۃ للبنات

خالی اسامیاں

تجربہ	تعلیم	تعداد	اسامی
بی اے تک انگلش پڑھانے کا پانچ سالہ تجربہ	ایم اے انگلش	1	لیکچرار انگلش (خاتون)
ہائی کلاسز کو انگلش، حساب ہوم اکنامکس اور اردو پڑھانے کا پانچ سالہ تجربہ	بی اے، بی۔ ایڈ	1	سینئر انگلش ٹیچر (خاتون)
تین سالہ تدریسی تجربہ	شہادۃ العالیہ وفاق المدارس العربیہ	1	عالمہ فاضلہ
چار سالہ تدریسی تجربہ	تجوید و قراءۃ کا کورس	2	حافظہ قاریہ
انواع و اقسام کے کھانے پکانے کا تجربہ	مڈل	1	باورچن

نوٹ: ۔ زیادہ تعلیم اور تجربہ کے ساتھ ساتھ کتاب و سنت پر عمل کرنے والی صحیح العقیدہ اور دعوتی ذہن رکھنے والی خواتین کو ترجیح دی جائیگی۔

مطلوبہ اہلیت رکھنے والی خواتین اپنی تمام اسناد کے ساتھ درخواستیں جلد از جلد بھیج دیں۔ معقول تنخواہ، کھانے اور رہائش کا انتظام بذمہ ادارہ ہوگا۔ البتہ انٹرویو کیلئے آنے کے اخراجات ادارہ کے ذمہ نہ ہونگے۔

خط و کتابت اور جملہ معلومات کیلئے:

غلام مصطفی حسن رئیس مجلس منتظمہ الجامعۃ المحمدیۃ للبنات،

۸۶ اے، کشمیر روڈ ○ غلام محمد آباد فیصل آباد ○ پاکستان
فون: 681700 فیکس: 682700-041

ترسیل زر کا پتہ: کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 526 الائیڈ بنک غلام محمد آباد فیصل آباد۔

اخبار الجامعہ

محمد عابد، منتظم جامعہ مدنیہ

۲۸ رجب المرجب ۱۴۱۸ھ بروز ہفتہ سے جامعہ کے درجۂ کُتب کے سالانہ امتحانات شروع ہوئے جو ۲ شعبان المعظم ۱۴۱۸ھ بروز بدھ تک جاری رہے۔

۴ شعبان المعظم ۱۴۱۸ھ ۵ دسمبر ۱۹۹۷ء بروز جمعہ حرکۃ الانصار کی دعوت پر جناب نائب مہتمم صاحب کوٹلی تشریف لے گئے، وہاں آپ کا قیام حرکت کے تربیتی کیمپ معسکر محمود غزنوی میں رہا۔ آپ نے ۷ دسمبر کو جموں کانفرنس میں بھی شرکت فرمائی اور ۸ دسمبر کو واپس تشریف لے آئے۔

۸ شعبان المعظم ۱۴۱۸ھ کو مولانا محمد امین صاحب اوکاڑوی تشریف لائے اور دو دن جامعہ میں قیام فرمایا۔ اسی روز کراچی سے آفتاب صاحب بھی تشریف لائے اور ایک روز جامعہ میں قیام فرمایا۔

۱۲ اور ۱۳ شعبان المعظم ۱۴۱۸ھ کو جامعہ کے شعبۂ حفظ کے امتحانات ہوئے۔

۱۷ شعبان المعظم ۱۴۱۸ھ ۱۸ دسمبر بروز جمعرات ہندوستان سے شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے داماد اور مدرسہ شاہی مراد آباد کے مہتمم حضرت مولانا سید رشید الدین صاحب دامت برکاتہم مع اپنے صاحبزادے مولانا اخلد صاحب تشریف لائے اور حسب معمول جامعہ ہی میں قیام فرمایا۔ اسی روز آپ نے مولانا سید محمود میاں صاحب کی خالہ زاد کا نکاح پڑھایا۔ آپ ۲۲ دسمبر بروز پیر واپس ہندوستان تشریف لے گئے۔

۱۹ دسمبر کو مولانا سید مسعود میاں صاحب کا اپینڈکس کا آپریشن ہوا اب بحمداللہ روبصحت ہیں۔

۲۰ دسمبر کو کراچی سے ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری تشریف لائے اور جامعہ میں دو دن قیام فرمایا اسی روز چودھری عبد الغنی صاحب، جناب اُسلوب قریشی صاحب، مشہور سرجن جناب ڈاکٹر سعید مستنصر صاحب اور بلوچستان سے جمعیۃ العلماء کے صوبائی وزیر مولانا اللہ داد صاحب تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب اور نائب مہتمم صاحب سے ملاقات کی۔

جملہ مہمانانِ گرامی نے جامعہ کے اساتذہ کیلیے زیرِ تعمیر رہائشی مکانات کو ملاحظہ فرمایا اور مسرت کیساتھ دعاؤں سے نوازا۔